فضیلتِ تقویٰ

مؤلفه

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر
مکتبۂ شریفیہ گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب :۔ فضیلتِ تقویٰ

نام مؤلف : حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ۔

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم۔
وپیر طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ
وجامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ

کتابت :۔ محمد دلشاد (رشیدی) کھیڑوی

طبع اول :۔ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء جون

طبع ثانی :۔ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

تعداد طباعت : 1100

قیمت : 35

ناشر :

مکتبہ شریفیہ گنگوہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	انتساب	
۲	تشکر	
۳	پیش لفظ	
۴	تقویٰ بمعنی خشیت	
۵	صفات متقین	
۶	دوسری آیت جہاں تقویٰ بمعنی خشیت	
۷	سبب تخلیق انسان	
۸	تیسری آیت جہاں تقویٰ بمعنی خشیت	
۹	چوتھی آیت جہاں تقویٰ بمعنی خشیت	
۱۰	متقین اور منکرین کا انجام	
۱۱	دعوت تقویٰ بزبان حضرت ہود علیہ السلام	
۱۲	دعوت تقویٰ بزبان حضرت صالح علیہ السلام	
۱۳	دعوتِ تقویٰ بزبان حضرت لوط علیہ السلام	
۱۴	دعوت تقویٰ بزبان حضرت شعیب علیہ السلام	
۱۵	دعوت تقویٰ بزبان حضرت ابراہیم علیہ السلام	
۱۶	تقویٰ اتحاد واعتصام بحبل اللہ کی تاکید	
۱۷	سود سے پرہیز کا حکم	
۱۸	مزید صفات متقین	
۱۹	تذکر وبصیرت تقویٰ کا ذریعہ ہے	
۲۰	حج میں تقویٰ	
۲۱	ذکر تقویٰ مع رمی جمرات	
۲۲	آخرت کا ڈر پیدا کرو	

۲۳ تقویٰ اور حصول تقویٰ کا طریقہ
۲۴ تقویٰ و صلح کا حکم
۲۵ خشیت و تقویٰ نسخۂ کامیابی ہے
۲۶ مجلس رسول اللہ ﷺ کا ادب
۲۷ غیبت و بدظنی سے اجتناب
۲۸ اخوت و اصلاح طعن بر انساب
۲۹ تقویٰ کی بات سے اعراض الخ
۳۰ کتمان حق کر کے مال وصول کرنا تقوی کے خلاف ہے
۳۱ نسخۂ فوز و کامرانی تقویٰ ہی ہے
۳۲ تقویٰ بمعنی ایمان
۳۳ فضیلت صحابۂ کرامؓ بر بنائے تقویٰ
۳۴ تقویٰ بمعنی توبہ
۳۵ تقویٰ بمعنی اطاعت
۳۶ توحید اصل تقویٰ ہے
۳۷ تقویٰ بمعنی ترک معصیت
۳۸ تقویٰ بمعنی اخلاص
۳۹ جملہ اعمال صالحہ سے مقصود تقویٰ ہے
۴۰ روزہ حج زکوۃ اعتکاف سے مقصود بھی تقویٰ ہے
۴۱ تقویٰ کے بارے میں اکابر کے اقوال
۴۲ خصال التقویٰ
۴۳ احادیث شریفہ
۴۴ پہلا خطبہ خطبۃ التقویٰ
۴۵ تقویٰ واقعات کی روشنی میں
۴۶ حضرت امام اعظم کا خشیت و تقویٰ

انتساب

ناچیز مؤلف اپنی اس تالیف کو امام العارفین محمد احمد صاحبؒ اور جامع اسرار و حکم ماہر شریعت و طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہٰ آبادی مدظلہ العالی نیز اپنے والد بزرگوار ذوالعزم والہمت صاحب الاخلاص والاستقلال حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ بانی ومؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی طرف منسوب کرتا ہے، جن کی دعاؤں اور فیض کا یہ کرشمہ ہے کہ اس ناکارہ طالب علم کو اس کی توفیق حاصل ہوئی ہے، اللہ پاک ان حضرات کے فیوض و برکات سے پوری امت کو مستفیض فرمائے آمین۔

مجھے اور عزیزم محمد حذیفہ سلمہ کو صالحین میں شامل فرمائے آمین۔

ابوحذیفہ

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد!

بزرگانِ محترم! برادرانِ اسلام! تقویٰ وپرہیزگاری کا اسلام میں عظیم الشان مقام ہے جبکہ دین کا مدار تقویٰ واحتیاط پر ہی ہے، یہیں سے انسانی کمالات پیدا ہوتے ہیں، اخلاقی شرافتیں، روحانی اقدار، فطری محاسن، ترقی وبلندی کی معراجیں، حزم واحتیاط کے ساتھ مربوط ہیں، علمی خوبیاں ہوں یا عملی، تقویٰ خوفِ خداوندی کے بغیر ناتمام وناقص ہیں، بلکہ مقصود علم وعمل غایت شرائع وحکم تقویٰ ہی ہے اور اسی پر رضاءِ الٰہی موقوف ہے، انسانی سعادتوں کا نقطۂ آغاز بھی یہی ہے اور نقطۂ انتہا بھی یہی ہے، سعادت ازلیہ، ابدیہ، دنیویہ، اخرویہ کا لب لباب وماحصل دنیا وعقبیٰ کی تمام انواعِ خیر، اقسامِ برکات کو اگر کسی ایک جلی عنوان سے تعبیر کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی مبارک کلمہ ہے، جس کی ابتداء توحید ہے، لہذا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ ہی کلمۂ تقویٰ قرار پایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری عزاسمہ میں اسی طرف اشارہ وتلمیح ہے والزمھم کلمۃ التقویٰ وکانوا احق بھا ۝ قرآن کریم میں اللہ پاک عزّ شانہ نے اس

مضمون کو اس قدر زیادہ بیان فرمایا کہ اگر تمام آیات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، قرآن مقدس میں دیکھو کہ باری تعالیٰ عزّ اسمہ کس قدر کثرت سے تقویٰ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس پر ثواب وفضیلت کو معلّق کرتے ہیں اور اخروی ودنیوی کرامت ظاہری وباطنی شرافت کا اس پر وعدہ کرتے ہیں، مگر ہم نے ان تمام وعدوں اور فضیلت کے اسباب کو نذرِ غفلت کردیا ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اولاً خود اپنے آپ کو شرم وعار دلاؤں، آیات واحادیث، واقعاتِ سلف سے غفلت کے گہرے خواب میں مستغرق نفس کو بیدار کروں اور اس کو متقیوں اللہ والوں کے کلمات سے تقویٰ کے میدان میں لا کھڑا کروں، ثانیاً اپنے احباب ومتعلقین کو بھی اس مہتم بالشان امر سے واقف کروں کہ اصل چیز یہی ہے جس کے حصول کی انسان (اشرف المخلوقات) کو کوشش کرنی چاہئے اور سبقت کرکے اس کو اٹھالینا چاہئے، تاکہ حیات ابدیہ میں شرمندگی وعار نہ ہو، جب کہ وہاں ہزاروں انسان اس سعادت کے ساتھ حاضر ہوں گے اور تیرے پاس کچھ بھی نہ ہوگا، تو ان کے سامنے ذلیل ورسوا ہو کر رہ جائے گا اور اس وقت کف افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا، جیسا کہ حضرت سفیان ثوریؒ جو اپنے دور میں صالحین متقین کے امام تھے، اکثر اس مضمون کو ان اشعار کے ذریعہ ادا فرماتے تھے:

اذا انت لم ترحل بزادٍ من التقی   ولاقیت بعد الموت من قد تزودا

ندمت علی ان لاتکون کمثله　　وانك لم ترصد کما کان ارصدا

یعنی جبکہ تو زادِ سفر کے بغیر رحلت کر کے میدان محشر میں حاضر ہوگا اور وہاں ایسے لوگوں سے تیری ملاقات ہوگی جن کے پاس زادِ سفر ''تقویٰ'' موجود ہوگا تو اس وقت بجز شرمندگی وحسرت کے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا اور اس وقت احساس ہوگا کہ تو بھی ان جیسا ہوتا اور ان جیسی تیاری تیرے پاس بھی ہوتی مگر وہاں اس وقت ندامت وحسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا، اس لئے ابھی تیاری واستعداد کا اچھا موقع ہے اور یہی عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ آدمی پہلے سے مستعد اور تیار ہوجائے۔

تقویٰ کا مفہوم ومعانی

اس مختصر تمہید کے بعد تقویٰ کے معنی اور اس سلسلہ میں وارد ہونے والی نصوص کا تذکرہ کیا جاتا ہے، تقویٰ کے معنی بچنے کے ہیں، مراد اللہ پاک کی نافرمانی والے جملہ اسباب وافعال سے بچنا ہے، جس کے ضمن میں اوامر کی تعمیل اور نواہی ومنکرات سے اجتناب خود بخود شامل ہے، تقویٰ ''وقایۃ'' سے ہے، جس کا مطلب ہے خوب حفاظت کرنا، مرضیات ربانیہ کی امتثال میں سعی مسلسل کرنا، اصل میں تقویٰ کا لفظ قرآن پاک میں متعدد معانی ومضامین کیلئے استعمال ہوا ہے۔

تقویٰ بمعنی خشیت

کبھی خشیت کے مفہوم کو تعبیر کرنے کیلئے جیسا کہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت ھدی للمتقین میں ہے، حضرات مفسرین ترجمہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہدایت دیتا ہے اللہ پاک سے ڈرنے والوں کو۔

صفات متقین

مکمل ارشاد باری تعالیٰ اس طرح ہے الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پارہ ۱/) ''الٓمٓ'' اس کی مراد اللہ پاک ہی جانتے ہیں اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے (یعنی قطعی اور یقینی امر ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے) یہ کتاب راہ بتاتی ہے اللہ پاک سے ڈرنے والوں کو اور وہ ایسے لوگ ہیں جو بغیر دیکھی چیزوں کو مانتے ہیں (جنت وجہنم وغیرہ) نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ سے قبل اتاری گئی ہیں اور آخرت پر

یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ حقیقت میں اپنے رب کی ہدایت پر چلنے والے ہیں اور یہی اصل میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

فائدہ: ان آیات مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے کتاب اللہ العظیم کی مدح وتعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے اس کے بعد متقی لوگوں کی صفات، ایمان بالغیب، اقامۃ صلاۃ، انفاق مال فی سبیل اللہ، ایمان بالقرآن، ایمان بالکتب السابقہ، ایمان بالآخرۃ اور یقین کامل کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان اوصاف وکمالات سے متصف ہونے والے اچھے حضرات کے بارے میں فیصلہ سنایا ہے یہی لوگ ہدایت کاملہ پر ہیں اور فلاح انہی کا حصہ ہے، ان آیات میں غور وفکر کریں اور مذکورہ صفات کو اپنے اندر خوب جذب کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ ہدایت اور اس پر مرتب ہونے والے نتیجۂ اخروی فلاح ونجات، رضاء الٰہی عز اسمہ حاصل ہو جائے یہی زندگی کا مقصد ہے۔

دوسری آیت جہاں تقویٰ بمعنیٰ خشیت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (سورۂ نساء پارہ ۴ رکوع ۱)۔

اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ہے ایک جان سے اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد

اور عورتیں پیدا کر کے پھیلائے اور اللہ پاک سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور ڈرتے رہو رشتہ داریاں توڑنے سے بیشک اللہ پاک تم پر نگہبان ہے۔

سببِ تخلیقِ انسان

مطلب یہ ہے کہ پہلے رب العزت والجلال نے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر ان سے ہماری ماں حواء علیہا السلام کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا اور پھر ان دونوں سے مرد وعورت لاکھوں کی تعداد میں پیدا کر کے عالم میں پھیلا دئے، لہذا جب تم سب کو عدم سے وجود میں لانے والا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھنے والا وہی خالق تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے تو ان سے ڈرنا اور فرمانبرداری کرنا لازم وضروری ہے، یہاں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ اصل خالق اللہ پاک ہے، جس نے عالم اسباب میں انسانوں کے سلسلۂ آغاز کا واسطہ وذریعہ آدم علیہ السلام کو بنایا۔

حاصل یہ ہے کہ تمام انسانوں کا خالق ومالک رب رحمٰن ورحیم ہے لہذا ان کی عبادت واطاعت فرض ہے اور جب تم سب آدمؑ کی اولاد ہو تو ایک دوسرے کے بھائی اور رشتہ دار ہو تو تم کو آپس میں مودّت ومحبت، خیر وبھلائی کے ساتھ رہنا چاہئے، یعنی خالق تعالیٰ شانہ کے حقوق بھی مکمل طور پر ادا کرو اور مخلوق کے حقوق بھی حسب مراتب ودرجات ادا کرو۔

تیسری آیت جہاں تقویٰ بمعنی خشیت ہے

سورۂ حج کی آیت یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (پارہ ۱۷ سورۂ حج)۔

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی خطرناک چیز ہے جس دن تم اس کو دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جس کو دودھ پلا رہی ہوگی (بچے کو) اور حاملہ کا حمل گر جائے گا اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں سمجھو گے حالانکہ وہ حقیقتاً نشے میں نہ ہوں گے لیکن اللہ پاک کا عذاب سخت ہوگا جس سے ایسی کیفیت طاری ہوگی کہ ہوش وحواس ختم ہو جائیں گے، انتہائی گھبراہٹ، کرب، بے چینی و پریشانی طاری ہوگی، لہذا ایسے وقت کے آنے سے قبل تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو وہاں اس کے علاوہ اور کچھ کام نہ دے گا۔

چوتھی آیت جہاں تقویٰ بمعنی خوف ہے

دعوت تقویٰ بزبان نوح علیہ السلام سورۂ شعراء رکوع نمبر ۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا

اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنَ وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ٥ جب فرمایا ان سے ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے کیا تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے میں تمہارے واسطے امانت دار رسول ہوں اور میں تم سے اس کی اجرت بھی نہیں مانگتا ہوں میرا اجر و ثواب تو فقط اللہ پاک کے ذمہ ہے سو تم اللہ پاک سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

فائدہ: آیت مبارک میں نوح علیہ السلام کو بھائی سے تعبیر فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ ان کی قوم میں سے تھے تو ان کے رشتہ دار بھی ہوتے تھے، کاش کہ اسی اخوت و قرابت کا خیال کر لیتے اور مان جاتے اور ان کی تکذیب سے اور غیر اللہ کی عبادت سے بچتے اور زندگی کا رخ درست کر لیتے لیکن مزاجوں میں اس قدر فساد تھا کہ اس طرح سمجھانے کے باوجود جواب ملتا ہے "قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہِ یٰنُوْحُ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ" کہنے لگے کہ اے نوح! اگر تم اس سے باز نہیں آؤ گے تو تم کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا اور تم مرجوم لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

متقین و منکرین کا انجام

اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے دکھے دل سے باری تعالیٰ سے فریاد کی "قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

بَعْدُ الْبَاقِيْنَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ”“ عرض کیا کہ اے میرے معبود میری قوم نے انتہائی تکذیب کی اور ساتھ ہی رجم کرنے کی دھمکی بھی دی سو فیصلہ کر دیجئے میرے اور ان کے درمیان اچھا فیصلہ اور مجھ کو اور میرے ساتھ میں ایمان والوں کو نجات عطاء فرمایئے، چنانچہ ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو لدی ہوئی کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر ڈالا، اس میں عبرت کی نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان والے نہیں تھے، بیشک آپ کا پروردگار عزت وغلبہ والا اور مہربان ہے۔

دعوتِ تقویٰ بزبان ہود علیہ السلام

ایسے ہی حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ کی نصیحت کی مگر ان کو بھی ان کی قوم نے جھٹلایا جس کی وجہ سے ان کا انجام بھی خراب ہوا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (سورۂ شعراء پارہ ۱۹) قوم عاد نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا جب کہ کہا ان سے ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے کیا تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ اور میں تمہارے پاس معتبر پیغام لانے والا ہوں لہذا اللہ پاک سے ڈرو اور میرا کہا مانو ”فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ”“ پھر انہوں

نے ان کو جھٹلایا اس لئے ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بیشک اس میں عبرت کی نشانی ہے اور ان میں اکثر بے ایمان تھے اور بیشک آپ کا رب زبردست رحم والا ہے۔

دعوتِ تقویٰ بزبان لوط علیہ السلام

ایسے ہی حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ کی نصیحت و تاکید کی مگر انہوں نے بھی اسی طرح کا معاملہ کیا ان کا انجام بھی خراب ہوا ارشاد باری تعالیٰ ہے "کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ" (سورۂ شعراء پارہ نمبر ۱۹) جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو جب کہ فرمایا ان کے بھائی لوط نے کہ تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ بلاشبہ میں تمہارے واسطے اللہ کا پیغمبر ہوں (یعنی امین) لہٰذا تم اللہ پاک سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، مگر ان محروم القسمت لوگوں نے اطاعت کے بجائے جواب میں کہا "قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ" کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم اس وعظ ونصیحت سے باز نہ آئے تو تم کو نکال دیا جائے گا، اس وقت حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں اے میرے اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو نجات عطا فرما، ارشاد باری ہے "قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِیْنَ رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ فَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ‘‘(سورۂ شعراء پارہ ۱۹) کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں اور اے میرے معبود مجھے اور میرے گھر والوں کو نجات عطا فرما، چنانچہ ہم نے ان کو اور ان کے اہل خانہ کو نجات دے دی، مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں یہ ان کی بیوی تھی جو بدمعاشوں سے مل رہی تھی، عذاب میں یہ بھی ہلاک ہوگئی، پھر اُکھاڑ دیا ہم نے دوسروں کو اور برسایا ان پر ایک برساؤ تو کیا بُرا برساؤ تھا ان ڈرائے جانے والوں کا (یعنی قوم لوط کا) اس سلسلہ میں بڑی عبرت کا سامان ہے اور ان میں کے اکثر بے ایمان تھے اور بیشک تیرا رب زبردست ہے اور رحم والا ہے۔

دعوتِ تقویٰ بزبان شعیب علیہ السلام

ایسے ہی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ پاک سے ڈرنے کی نصیحت کی مگر ان کی قوم نے بھی تکذیب وانکار کا معاملہ کیا ان کا انجام بھی خراب ہوا، ارشاد باری عز اسمہ ہے ’’كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْقَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ‘‘ جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے رسولوں کو جب کہ فرمایا حضرت شعیبؑ نے اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میں تمہارے واسطے معتبر و امانت دار رسول ہوں لہذا تم اللہ پاک سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، حقوق العباد میں انصاف سے کام لو، ناپ تول میں درستگی رکھو مگر ان لوگوں نے بھی اطاعت کے بجائے نہایت

سخت جواب دیا ''فَکَذَّبُوْہُ فَاَخَذَھُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّۃِ اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَّمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ '' انہوں نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا پس عذاب الٰہی نے ان کو گرفتار کر ڈالا اور وہ عذاب سائبان کی طرح تھا، ابر آیا اور اس سے آگ برسی، نیچے زمین میں زلزلہ آیا اور سخت ہولناک آواز آئی، اس طرح یہ سب قوم ہلاک وتباہ ہوگئی، اس میں عبرت ہے الخ، اسی طرح پارہ ۲۰/سورۂ عنکبوت رکوع ۱۴/ر آیت ۱۶/ر میں مذکور ہے۔

دعوت تقویٰ بزبان ابراہیم علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے لوگوں سے فرمایا اللہ پاک کی عبادت کرو اور ان سے ڈرو، ارشاد ربانی ہے ''وَاِبْرٰھِیْمَ اِذْقَالَ لِقَوْمِہِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ '' اور ابراہیم علیہ السلام جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور ان سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

فائدہ: ان سب آیات میں تقویٰ بمعنی خوف خدا واقع ہوا ہے، ان بزرگوں نے اپنی اپنی قوم کو شرک اور اعمال سیئہ سے بچنے کی ہدایت کی اور خدا کے خوف کو یاد دلایا ہے، ان تمام واقعات سے مقصود ربانی ان کے بعد والے تمام انسانوں کو عبرت دلانا ہے۔

تقویٰ، اتحاد، اعتصام بحبل اللہ کی تاکید:

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَاللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْکُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا وَّکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ آیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ'' (پارہ ۴ رسورہ آل عمران رکوع ۲ رآیت ۱۰۲)۔

اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرو جیسا کہ ان سے ڈرنے کا حق ہے اور جینے کی طرح تمہارا مرنا بھی اسلام کی حالت میں ہونا چاہئے اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ و اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ پاک کی عظیم نعمت کو یاد کرو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اس نے تمہارے قلوب میں محبت پیدا کردی اور تم اس کی برکت سے بھائی بھائی ہو گئے ہو اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو نجات دیکر بچایا ہے، اللہ پاک نے تمہارے سامنے تمام ہدایت کی چیزیں واضح طور پر بیان فرمادیں ہیں تاکہ تم ہدایت حاصل کرلو۔

فائدہ: انصار مدینہ کے دو خاندانوں (اوس وخزرج) میں اسلام سے قبل سخت عداوت چل رہی تھی مگر پیغمبر خدا ﷺ کی برکت سے اللہ پاک نے نفرت وعداوت کو مودّت ومحبت میں ایسا تبدیل فرمایا کہ باہم شیر وشکر بن گئے، مگر ایک موقع پر شیطان کے خاص شاگرد شماس بن قیس یہودی ملعون نے

دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت وعداوت سابقہ ابھارنا چاہی اور لڑائی شروع ہونے کے قریب تھی کہ رسول کریم ﷺ مہاجرین کی جماعت کو لے کر وہاں موقعہ پر پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ سے ڈرو میں تمہارے درمیان موجود ہوں پھر یہ جاہلیت کی خرافات کیسے ہوگئی؟ اللہ پاک نے تمہیں اسلام سے مشرف فرمایا اور جاہلیت کی تاریکیوں سے نکالا، کیا پھر تم انہی کفریات کی طرف لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے؟ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سارے حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے اور اوس وخزرج نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے، اسی سے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں (فوائد عثمانیہ ص ۸۱) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی اسلام سے دشمنی اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی کی سازشیں ابتداء اسلام سے ہی شروع ہوگئی تھیں جواب تک برابر جاری ہیں اور رہیں گی، اسی لئے بار بار قرآن کریم میں ان سے متنبہ کیا گیا ہے، الغرض ان آیات مبارکہ میں مکمل طور پر تقویٰ کا حکم فرمایا گیا ہے ''حق تقاته'' کہہ کر سخت تاکید فرمائی ہے، تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا ''حق تقویٰ'' یہ ہے کہ اطاعت کی جائے اس کے بعد نافرمانی نہ ہو، اللہ پاک کو یاد کیا جائے اس کے بعد بھول نہ جائے، شکر کرے اس کے بعد ناشکری نہ کرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا ''حق تقویٰ'' جب

ادا ہوگا جب کہ زبان کی بھی مکمل طور پر حفاظت کرے گا، اور حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ راہ خدا میں مکمل طور پر جہاد کرے اور اللہ کی محبت میں ''لومۃ لائم '' کا خوف نہ کرے اور انصاف جاری کرے، اپنے اوپر بھی اور اپنے متعلقین کے سلسلہ میں بھی اور مداومت علی احکام الاسلام والطاعات رکھے تو انشاء اللہ موت بھی استقامت علی الایمان کے ساتھ ہوگی اور پھر اسی کے ساتھ مبعوث ہوگا ''حبل اللہ '' سے مراد نور مبین قرآن کریم ہے، اس کے بعد اختلاف وانتشار کی ممانعت ہے اور نعم خداوندی یاد کرکے ان کے حقوق کی ادائیگی مراد ہے۔

سود سے پرہیز کا حکم

ارشاد باری ہے ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ '' (پارہ ۳ سورۂ بقرہ رکوع ۲)

اے ایمان والو اللہ پاک سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان دار ہو، اور اگر نہیں چھوڑوگے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

فائدہ: ان آیات میں اللہ پاک نے سود سے بچنے کا اس قدر تاکیدی حکم فرمایا ہے جس سے زائد متصور نہیں ہوسکتا ہے کہ سودی کاروبار نہ چھوڑنے پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کا کھلا اعلان ہے، اس کی کون تاب

لا سکتا ہے العیاذ باللہ! مسلمان تو اس کے تصور سے لرزنے لگتا ہے بشرطیکہ ایمان حقیقی موجود ہو، لہذا دارالحرب کا کمزور سہارا لے کر سود کو مباح سمجھنے والوں اور کھانے والوں کیلئے ڈرنے اور عبرت کا مقام ہے (پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۵)۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ '' اے ایمان والو سود مت کھاؤ دو گنا چوگنا کر کے اور ڈرو اللہ پاک سے تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس آگ سے بچو جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا تا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو، ان آیات مبارکہ میں ''اضعافا مضعفۃ'' دورِ جاہلیت کے سودی معاملہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تھوڑا سود لینا مباح اور جائز ہے، اسلام میں سودی کاروبار کی سخت مذمت فرمائی گئی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس بارے میں اس قدر سخت ہے کہ امام الائمہ سراج الامۃ حضرت ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ خوفناک آیت ہے جس میں مسلمانوں کو جو سودی کاروبار کرنے والے ہیں اس آگ سے ڈرایا گیا ہے جو کفار کیلئے تیار کی گئی ہے، اگر وہ سود سے احتیاط نہیں کریں گے تو اس میں داخل کئے جائیں گے، العیاذ باللہ من النار (کذا فی الخازن ص ۳۰۰ ج ۱)۔

مزید صفاتِ متقین

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں "وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ" (سورہ آل عمران رکوع ۴) اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان وزمین جیسا ہے اور وہ جنت متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے اور ایسے حضرات جو خرچ کیے جاتے ہیں خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی اور غصہ دبانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ پاک نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کرلیں یا برا کام اپنے حق میں تو فوراً اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے لگتے ہیں اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ سوائے خدا کے دوسرا کون معاف کرسکتا ہے اور اپنے گناہوں پر اصرار بھی نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کی جزاو مغفرت ان کے رب کی طرف سے ہے، اور ایسے باغات ہیں کہ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ

بہترین بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا۔

فائدہ: ان آیات مقدسہ میں سود کی ممانعت اور وعید شدید کے بعد اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کاملہ کی فضیلت، مغفرت عظیمہ، جنت کریمہ کا تذکرہ فرمایا گیا جو متقیوں کا انعام ہے، اس کے ساتھ ساتھ متقین کی چند صفات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) انفاق فی السراء والضراء: یعنی وہ حضرات اپنے جان ومال و متعلقات کو حسب امر باری تعالیٰ خرچ کرتے ہیں چاہے ان پر خوشی وعیش کی حالت ہو اور چاہے غم وپریشانی کی حالت ہو ان کی سخاوت برابر چلتی رہتی ہے، اور یہ سخاوت اور دریا دلی ان کو اللہ پاک سے قریب کر دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے اور لوگوں کے بھی قریب ہوتا ہے، جنت کے بھی قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے، بخیل اللہ پاک سے دور ہوتا ہے اور لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے، جنت سے بھی دور ہوتا ہے جہنم کے قریب ہوتا ہے، اور جاہل سخی انسان عابد بخیل سے افضل ہے (رواہ الترمذی کذافی الخازن ص ۲۹۱ ج ۱)۔

دوسری صفت ''کظم غیظ'': یعنی غصہ کا گھونٹ پی جاتے ہیں اور یہ بڑی ہمت کا کام ہے، چنانچہ اس کی فضیلت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص غصہ نافذ کرنے پر قادر ہو اور پھر وہ ضبط سے کام لے اور غصہ پی جائے تو اللہ پاک قیامت میں علی رؤس الشہاد (یعنی سب کے سامنے اس کو بلائیں گے

اور اختیار دیں گے کہ وہ جس حور سے چاہے نکاح کرے، نیز ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ بہادر وہ نہیں ہے جو میدان مقابلہ میں دشمن کو زیر کر دے، اصل بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر کنٹرول رکھے (کذا فی الخازن ص ۳۰)۔

تیسری صفت ''عفو'' ہے: چنانچہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے ''وَاَنْ تَعْفُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى'' اور تم عفو و درگذر سے کام لو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے، یعنی جب کوئی ان پر جنایت کرتا ہے ان کے ساتھ گستاخی و بدتمیزی سے پیش آتا ہے تو وہ انتقام لینے کے بجائے معاف کر دیتے ہیں جو بڑی ہمت کا کام ہے، انتقام لینا آسان ہے مگر معاف کرنے کیلئے دل چاہئے، عفو کرنا حق تعالیٰ کی بھی صفت خاص ہے، لہذا جو بندہ جس قدر اس صفت سے متصف ہوتا ہے وہ اتنا ہی اللہ پاک کو محبوب ہوتا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ بھی اس صفت کے ساتھ کامل طور پر متصف تھے اور کیوں نہ ہوتے جب آپ ﷺ صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم تھے'' ﷺ الف الف مرة بقدر کل ذرة'' اور مامور بہ من عند اللہ تھے، جیسا کہ ارشاد باری ہے ''خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ'' (سورۂ اعراف)۔

معاف کرنے کی عادت اختیار فرمایئے اور نیک کام کا حکم فرمایئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے، چنانچہ اس امر کے مطابق برابر آپ مشرکین سے درگذر کرتے رہتے اسکے بعد ان پر سختی کا حکم آیا (کذا فی تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳)۔

(۲) مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا معلوم نہیں اللہ تعالیٰ سے معلوم کرکے بتلاؤنگا پھر معلوم کرکے واپس آئے اور بتایا کہ اللہ نے فرمایا قطع تعلقات کرنیوالے سے رشتہ جوڑیئے، صلہ رحمی کیجئے اور جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف فرمایئے اور جو آپ کے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کیجئے، حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت سے زائد جامع مکارم اخلاق کی قرآن کریم میں دوسری آیت نہیں (کذافی البغوی ص۲/۲۲۷)۔

بہر حال جو شخص اپنے اندر سب صفات جمع کرے گا وہ حد درجہ متقی بھی ہوگا اور اس کا محسنین میں شمار بھی ہوگا، یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ متقی حضرات ممنوعات سے بچنے کا فکر واہتمام کرتے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر بتقاضہ بشریت ان سے کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا سرزد ہوجاتا ہے تو وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور جمے نہیں رہتے بلکہ فوراً شرمندگی وندامت کے سمندر میں غرق ہوجاتے ہیں اور رب العزت والجلال سے مغفرت وعفو طلب کرتے لگتے اور استغفار کثیر کرنے لگتے ہیں، جس کی برکت سے نہ یہ کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں بلکہ قرب خداوندی میں اور ترقی کرجاتے ہیں اور اپنے سابق گناہوں کا احساس وندامت ان کیلئے انابت وخشوع، آہ وبکاء، یاد الٰہی میں اور زائد تقویت پیدا کرتا ہے اور وہ تلافی ماسبق میں لگ جاتے ہیں،

اس سے معلوم ہوا کہ متقی حضرات سے بھی گناہ کا صدور ہوتا ہے اور اس میں شرعاً کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے، عصمت تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے دوسرا کوئی معصوم نہیں ہے مگر عوام کے مقابلے میں متقی حضرات زائد حساس ہوتے ہیں، اس لئے فوراً تلافی کر لیتے ہیں اور گناہ پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ اصرار بلاشبہ تقوے کے خلاف ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صغائر سے اجتناب کرنا کیا اس کے مفہوم میں داخل ہے یعنی صغائر سے بھی بچے تب متقی ہوگا، چنانچہ ایک جماعت کی یہی رائے ہے کہ تقوی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ صغائر سے اجتناب کرے اور ایک جماعت نے فرمایا کہ اس میں داخل نہیں ہے ہاں مگر اعلی درجہ ضرور ہے اور توبہ سب سے ضروری ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (کذا قال الامام الرازیؒ فی التفسیر الکبیر ص ۲۱ ج ۲)۔

تذکر وبصیرت تقویٰ کا ذریعہ ہے

اسی مضمون کے قریب دوسری آیت کریمہ ہے " اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ " (سورۂ اعراف) بیشک وہ حضرات جو اللہ پاک سے ڈرتے ہیں جب کبھی ان کو شیطانی وسوسے گھیر لیتے ہیں تو وہ اللہ پاک کی یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ خدا رسیدہ انسانوں کو بھی شیطان بعض مرتبہ بڑے نامناسب اور غلط امور

پر ابھارتا ہے مگر فوراً وہ لوگ متنبہ ہو جاتے ہیں اور حقیقت حال ان پر منکشف ہو جاتی ہے اور وہ خدائے پاک کی یاد اور توبہ واستغفار میں لگ جاتے ہیں اور اس کی برکت سے شیطانی جال تار تار ہو جاتا ہے، اللہ پاک ان کی حفاظت کر لیتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ جو آخری تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ کبھی آدمی غصہ کرنے لگتا ہے مگر اللہ پاک کی یاد آتے ہی غصہ پی لیتا ہے، امام المفسرین حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ بعض دفعہ آدمی غلط کام کا خیال وارادہ کرتا ہے پھر اللہ کے خوف و یاد سے اس کو چھوڑ دیتا ہے یہ مراد ہے، حضرت مقاتلؒ سے مروی ہے فرمایا متقی آدمی پر جب کبھی شیطانی وسوسہ طاری ہوتا ہے تو وہ اللہ پاک کو یاد کرنے لگتا ہے اور اس بات کا معصیت ہونا جانتا ہے تو گھبرا کر اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہے، بخلاف ان کے جو لوگ شیطان کے تابع ہیں وہ اس کے بھائی ہیں، شیطان ان کو گمراہی میں کھینچتا چلا جاتا ہے اور وہ تابعین شیطان پھر گمراہی سے باز نہیں رہتے (کذا فی البغوی ص ۲۲۵)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ عام متقین کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا ہے: ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے ممتد و لمبی غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے ٹھوکر لگی اور فوراً سنبھل گئے سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں غفلت کا پردہ اٹھ گیا نیکی بدی کا

انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد ناز یبا کام سے رک گئے، ان آیات میں بھی تقویٰ بمعنی خوف خداوندی استعمال ہوا ہے۔

حج میں تقویٰ

چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے" اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ "(سورہ بقرہ رکوع ۸)
حج کے چند متعین مہینے معلوم ومشہور ہیں جس شخص نے ان میں حج کا عمل اختیار کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ بے حیائی، گناہ اور جھگڑے سے نہایت اجتناب کرے، یہ چیزیں حج کو خراب کردینے والی ہیں اور جو تم خیر وبھلائی کا کام کروگے اللہ پاک سب جانتے ہیں اور زادِ راہ ضرور لے لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو اے عقلمندو! معلوم ہوا کہ اصل غرض اس پورے سفر سے انسان کو خیر وبھلائی اور تقویٰ کا عادی وخوگر بنانا ہے جس کی صورتیں مختلف ہیں اور بہترین زاد اور رختِ سفر تقویٰ ہی ہے جو ہر قسم کے سفر میں انسان کا معین وصالح رفیق خیر ہے۔

ذکر تقویٰ مع رمی جمرات

ارشاد باری تعالیٰ ہے" وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ

فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ''(سورۂ بقرہ) اور یاد کرو اللہ پاک کو گنتی کے چند دنوں میں خاص طور پر پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر بھی گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہو اللہ پاک سے اور اللہ پاک سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

فائدہ: یہاں ''ایام معدودات'' سے مراد ذی الحجہ کی ۱۱/۱۲/۱۳ ر تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے، ان میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے اور دیگر اوقات میں بھی ان دنوں میں تکبیر اور ذکر الٰہی کی کثرت کرنی چاہئے اور ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرے، اللہ پاک کا خوف و ڈر ہر وقت مستحضر رکھے تو پھر منیٰ میں دو دن قیام کرے یا تین دن سب طرح درست ہے، گو افضل تین روز ہیں، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ'' (سورۂ بقرہ رکوع ۷)۔

حرمت والا مہینہ قابلِ احترام ہے جبکہ دوسرا بھی اس احترام کا خیال رکھے اور جو تم پر زیادتی کرے تو تم اسی حساب سے اس سے بدلہ لے سکتے ہو، اور اللہ پاک سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بیشک اللہ پاک پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا، کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے، ان میں تمام عرب میں لڑائی موقوف ہوجاتی اور کوئی کسی سے کچھ نہ کہتا، ذیقعدہ ۶ھ میں حضرت نبی کریم ﷺ جماعت صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے مقصد سے مکہ کی زیارت کیلئے تشریف لائے جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو مشرکین لڑنے کو تیار ہوگئے اور مسلمانوں کو روک دیا آخر اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بغیر زیارت کئے چلے جاؤ اور اگلے برس آنا اور صرف تین دن اطمینان سے مکہ میں رہنا، اس کے مطابق جب آپ ﷺ ۷ھ میں بقصد عمرہ تشریف لائے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اندیشہ ہوا کہ اگر کفار مکہ وعدہ خلافی کریں اور لڑنے کو تیار ہوجائیں تو ہم کیا کریں گے ادھر تو مہینے حرمت والے ادھر مکہ امن وحرمت کا شہر ہے عمرہ کرنا بھی مشکل ہوجائے گا، اس پر حکم الٰہی آیا کہ تم اپنی طرف سے ابتداء مت کرنا اگر وہ لڑنے بھڑنے کو تیار ہوجائیں اور غداری کریں تو تم ان کا جواب دینا اس میں تم پر گناہ نہیں ہے، کیونکہ تم مجبور ہوگئے، لہٰذا معذور ہوگئے، بہرحال جان کا تحفظ ضروری ہے، اس وقت چونکہ تم نے تقویٰ اختیار کیا ہے لہٰذا اللہ کی معیت ونصرت تمہارے ساتھ ہوگی تم کسی طرح ظلم مت کرنا اور حساب سے زیادہ کسی سے بدلہ مت لینا کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے، بہرحال تقویٰ پر معیت الٰہیہ کا ترتب فرمایا ہے جس سے تقویٰ کی

فضیلت آشکارا ہوجاتی ہے یہی مقصود ہے۔

آخرت کا ڈر پیدا کرو

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ'' (سورۂ بقرہ)۔

اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا کچھ بھی اور نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی اور نہ بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کا ذکر ہے کہ وہ ایسا خطرناک دن ہوگا کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اول تو اس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا تو سعی وسفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں، یہ بھی نہ ہو تو پھر تاوان وفدیہ دے کر چھڑاتے ہیں اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو بالآخر اپنے مددگاروں کو جمع کرکے پھر اس کی نجات کی فکر کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے اسی ترتیب کے موافق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی کیسا ہی مقرب خداوندی ہو مگر کسی نافرمان عدواللہ کافر کو منجملہ چاروں طریقوں میں سے کسی بھی طرح نفع نہیں پہنچا سکتا ہے، بنی اسرائیل کہا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارے آباء واجداد جو پیغمبر ہیں وہ بخشوالیں گے، خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی ہے، اس سے اس سفارش کا انکار لازم نہیں آتا جس کا ثبوت

دوسری نصوص سے ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں (فوائد عثمانیہ)
الحاصل ان آیات میں تقویٰ بمعنی خوف خداوندی استعمال ہوا ہے۔

تقویٰ اور حصول تقویٰ کا طریقہ

حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے" یٰآیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ ا اتَّقُوْ اللّٰہَ وَکُوْنُوْ ا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ " (سورۂ توبہ)۔

اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرو اور سچے انسانوں کا ساتھ اختیار کرو۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں تقویٰ کا حکم فرمانے کے بعد سچے انسانوں کی مصاحبت و ہمنشینی کا حکم فرمایا گیا ہے، حقیقت میں یہ ایک آیت ہی انسان کی تمام زندگی اور مکمل حیات میں پیش آنے والے امور پر حاوی ہے، کیونکہ تقویٰ کا تعلق ہر کلی و جزئی معاملۂ دنیویہ و دینیہ سے ہے، چاہے اس کا تعلق ذاتی زندگی سے ہو یا اجتماعی معاشرہ سے، اصلاحِ ظاہر و باطن ہو، فرد و مجتمع، عبادات، اخلاق، معاشرتِ داخلیہ خارجیہ غرضیکہ ہر شعبہ میں تقویٰ کی خاص ضرورت ہے، یہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا واحد ضامن و کفیل ہے، اس کے بغیر کوئی صحیح قدم اٹھایا جانا غیر ممکن ہے اور دوسری چیز جو تقویٰ کے حصول میں ممد و معاون ہے وہ ہے صالح ماحول جس کا جزو دوم "و کونوا مع الصادقین" میں تصریح ہے کہ معیت صالحین و صادقین ہی سے تقویٰ و خشیت، صلاح وصدق حاصل ہوگا اور اس انسان کا شمار بھی انہیں میں ہونے لگے گا، کیونکہ

صحبت کا اثر مسلّم امر ہے، اسی لئے علماء وصلحاء اچھی صحبت پر زور دیتے ہیں اور بری صحبت سے منع کرتے ہیں، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ ہدایۃ الہدایہ رص ۴۰ ر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ اشعار نقل فرماتے ہیں:

ولا تصحب اخاالجهل وایاك وایاه

فكم من جاهل اردى حليما حين واخاه

يقاس المرء بالمرء اذا ماالمرء ماشاء

كحذ والنعل بالنعل اذا ماالنعل حاذاه

وللشئى من الشئى مقايسٌ واشباهُ

وللقلب على القلب دليلٌ حين يلقاه

جاہل کی مصاحبت سے دور رہو، نہایت بچو، کیونکہ بہت سے جاہل اچھوں کو بھی خراب کر دیتے ہیں جبکہ اس سے دوستی کرتے ہیں، آدمی کا اندازہ اس کے ہم قرین سے لگایا جاتا ہے، جیسے ایک چپل دوسری چپل کے برابر تیار کی جاتی ہے، ایسے ہی دوست دوست کے نقش قدم پر چلنے لگتا ہے اور ایک چیز کو سمجھنے کیلئے دوسری چیز سے اندازے اور قرینے اور مثالیں تلاش کی جاتی ہیں اور ایک دل کا دوسرے دل پر اثر پڑتا ہے جبکہ وہ اس کے ساتھ ملتا ہے، چنانچہ اچھے آدمی سے مل کر اچھی باتوں کا شوق ابھرتا ہے اور برے کی مصاحبت سے برائیوں کی طرف میلان ہوتا ہے۔

(وقیل بمعناہ)

اِذَا صَاحَبْتَ فَاصْحَبْ صَاحِباً ذَا حیاءٍ و اعفافٍ و اکرامٍ

قائلاً للشئی لا اذا قلت لا   و اذا قُلْتَ نَعَمْ قال نَعَمْ

یعنی اچھے دوست کے ساتھ رہو جو حیادار عفت وکرم رکھنے والا ہو اور تمہاری موافقت کرنے والا ہو جب تم ''نا'' کہو تو وہ بھی ''نا'' کہے اور جب تم ''ہاں'' کہو تو وہ بھی ''ہاں'' کہے۔

تقویٰ و صلح کا حکم

ارشاد باری عزّ اسمہ ہے: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ (سورۂ انفال)۔

آپ سے لوگ غنیمت کا حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور ان کے رسول ﷺ کا ہے، لہٰذا تم اللہ پاک سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر واقعی تم ایمان دار ہو، جس کو نہایت تاکید کے ساتھ اس سے قبل والی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ: یہ سورۂ انفال کی ابتدائی آیات ہیں، یہ سورت مدنی سورت ہے، جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی، غزوۂ بدر میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس کے متعلق

صحابہ کرام ﷺ میں نزاع ہوا، نوجوان جو آگے بڑھ کر لڑے تھے وہ کل مالِ غنیمت کو اپنا حق تصور کرتے تھے، بڑے لوگ جو نوجوانوں کی پشت پر تھے ان کا کہنا تھا کہ ہمارے سہارے سے کامیابی ہوئی ہے لہذا مالِ غنیمت ہم کو ملنا چاہئے، ایک جماعت جو حضرت نبی کریم ﷺ کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی، ان آیات میں بتلا دیا گیا کہ فتح و نصرت اللہ پاک کی مدد سے آتی ہے کسی کا سہارا یا زور کچھ نہیں ہے اگر اللہ نصرت نہ فرمائیں۔

لہذا مال کا مالک خداوند قدوس ہے اور پیغمبر خدا ﷺ ان کے نائب و خلیفہ ہیں، جس طرح وہ اپنے رسول کو حکم فرمائیں گے اس طرح تقسیم ہوگا، پکے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور آپس میں صلح سے رہیں، ذرا سی بات میں جھگڑا نہ کریں اور اپنی آراء و جذبات سے قطع نظر کر کے محض خدا اور رسول ﷺ کا حکم تسلیم کریں (کذا فی فوائد عثمانیہ) آگے دو آیات میں کامل الایمان، تام الیقین حضرات کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں کہ حقیقت میں ایمان والے وہ حضرات ہیں کہ جب اللہ پاک کا نام ان کے سامنے آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ پاک کا کلام ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو مال و زر دیا ہے اس میں سے اللہ پاک کے راستے میں خرچ بھی کرتے ہیں، حقیقت

میں یہی ایمان والے ہیں، ایسے حضرات کے لئے ان کے رب کے یہاں بلند درجات ہیں اور مغفرت کا وعدہ ہے اور عزت والا رزق ہے۔

خشیت وتقویٰ نسخۂ کامیابی ہے

اسی طرح رحمٰن ورحیم محبوبِ حقیقی کا ارشاد پاک ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَى اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور جو شخص خداوند قدوس کی اطاعت وفرماں برداری کرے گا اور ان سے ڈرے گا اور پرہیز گاری بھی اختیار کرے گا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے، اس آیت پاک کی تفسیر میں ترجمان القرآن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ پاک کی اطاعت کرے چاہے غم کی حالت ہو یا خوشی کی حالت ہو، ہردم فرمان حق سامنے ہو اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان پر ڈرتا ہو اور آئندہ بچنے کا اہتمام کرتا ہو تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے (کذا فی تفسیر البغوی ص ۳۵۲ ج ۳)۔

مجلسِ رسول اللہ ﷺ کا ادب

ارشادِ باری جل شانہ ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورۂ حجرات)۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت مت کرو اور اللہ پاک سے ڈرو بیشک اللہ پاک سننے والے جاننے والے ہیں۔

فائدہ: یہ سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات ہیں ، اس مقدس سورت کا آغاز ہی تقویٰ کے مضمون سے ہوا ہے اور اخیر تک تقریباً تقویٰ کی جزئیات وامور پر کلام دائر ہوتا چلا گیا ہے،قصہ ان آیتوں کے نزول کا یہ ہے کہ ایک بار بنوتمیم کے کچھ لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے ، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی اس مجلس میں موجود تھے ، باہم اس بات میں گفتگو کرنے لگے کہ ان لوگوں پر حاکم کس کو بنایا جائے ،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی اور گفتگو بڑھ کر دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ان میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت سے پہلے کسی قول وفعل میں سبقت مت کرو، یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا معلوم نہ ہو گفتگو مت کرو جیسا کہ اس جگہ انتظار کرنا چاہئے تھا یا تو آپ خود کچھ فرماتے یا آپ پوچھتے تب اپنی رائے ظاہر کرتے ، آپ کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو شاید یہ بات مرضی رسول ﷺ کے خلاف ہے جو تقویٰ کے خلاف ہے، ان آیات میں کتنا بڑا سبق ہے کہ بزرگوں کی مجلس میں ان سے پہلے کلام نہ کرے (مستفاد از بیان القرآن)۔

ہاں اگر وہ ہی حکم کریں تو پھر ان کے حکم کی تعمیل کرے، کیونکہ مشہور ہے ’’الامر فوق الادب ‘‘ امتثال ہی ادب ہے، مذکورہ ادب نبی کریم ﷺ کی

وفات کے بعد بھی قائم ہے، احادیث کی مجلس میں، نیز قبر اقدس پر حاضری کے وقت نیز علماءِ ربانیین صلحاء سب کا ادب درجہ بدرجہ ضروری ہے (کذا فی فوائد عثمانیہ ص ۶۶۹) اس کے بعد ان اکابر (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ آپ کی مجلس میں نہایت مؤدب ہوتے تھے اور آواز پست کر کے کلام کرتے تھے، جس پر رب العزت والجلال نے ان حضرات کی تعریف اس طرح کی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ بیشک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کیلئے خالص کر دیا ہے، یعنی ان کے قلوب میں تقویٰ کے علاوہ دوسری کوئی شئی نہیں ہے، لہذا ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے، ان آیات کے بعد اس مقدس سورت میں انتہائی قیمتی نصائح ارشاد فرمائی گئی ہیں جن پر فرد و معاشرہ کی اصلاح موقوف ہے۔

غیبت و بدظنی سے اجتناب

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (سورہ حجرات)۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کے عیب کا سراغ مت لگاؤ اور کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرو (آگے غیبت کی مذمت ہے) کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اور اللہ پاک سے ڈرو بیشک اللہ پاک توبہ قبول فرمانے والے ہیں اور پیار کرنے والے ہیں۔

فائدہ: ان مبارک آیات میں بدظنی اور بدگمانی سے روکا گیا ہے یہ فرما کر کہ بلا دلیل بدظنی بھی گناہ ہے، آدمی اس کی بنیاد پر محل تعمیر کر لیتا ہے اور بڑے بڑے فسادات اور ہنگامے رونما ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ چیز غلط ثابت ہوتی ہے، ایسے ہی دوسروں کے عیوب کی تلاش مذموم امر ہے، اس سے بھی فتنہ پیدا ہوتا ہے، عیوب سے کون خالی ہے سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کہ وہ بالکل پاک وصاف ہے جملہ نقائص وخرابیوں سے "**تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً سبوحٌ وقدوسٌ ربنا ورب الملائکۃ والروح**" اس کے بعد غیبت کی مذمت ہے، آج ہمارے معاشرہ کی تباہی وبربادی میں اس مرض کو بہت دخل ہے ہماری مجالس کا لطف اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے اور نہ کسی کا تقرب اس کے بغیر حاصل ہوتا ہے العیاذ باللہ!، حالانکہ یہ سب امور بالکل خلافِ قرآن وسنت ہیں، یہاں ارشاد ہوا ہے کہ مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ کر

کھائے ، کیا اس کو کوئی انسان پسند کریگا ؟ بس سمجھ لو غیبت اس سے زیادہ شنیع حرکت ہے (فوائدِ عثمانیہ)۔

اخوت اور حسب ونسب پر طعنہ زنی کی اصلاح

اس سے قبل ارشاد ہوا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ بیشک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ پاک سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔

فائدہ: کبھی کبھی مسلمان بھائیوں میں آپس میں نزاع وجدال ہوجاتا ہے تو اس کی اصلاح کا امر فرمایا ہے کہ صلح کرادو کہ اس سے بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے ، عزتوں ، جانوں اور مالوں کا تحفظ ہوتا ہے جو صلح کرانے والے کیلئے بھی عظیم صدقۂ جاریہ ہے ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ صلح بھی صدقہ ہے ، آگے چل کر ارشاد ہوا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (سورۂ حجرات)۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف ذاتوں اور خاندانوں میں بنایا ہے تاکہ اس کی پہچان ہو ، تحقیق کہ عزت والا تم میں سے اللہ کے یہاں وہ ہے جو متقی وپرہیزگار ہے۔

حضرت علامہ شبیر عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر غیبت، لعن، تشنیع اور عیب جوئی کا منشاء کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے تو اس آیت میں اسکو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا، چھوٹا، معزز اور حقیر ہونا ذات پات اور خاندان سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت مؤدب اور پرہیزگار ہوگا اسی قدر اللہ کے یہاں محترم اور مکرم ہوگا، نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد وعورت (آدم وحواء علیہما السلام) کی اولاد ہیں یہاں تک کہ فرمایا، بہر حال مجد وشرف اور فضیلت وعزت کا اصلی معیار نسب نہیں ہے بلکہ تقویٰ وطہارت ہے اور متقی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا۔

فائدہ: آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ مرض بھی عام ہوتا جارہا ہے کہ محض نسب اور پیشہ کی وجہ سے بعض لوگ دوسروں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، عوام تو عوام کالانعام ہیں علماء کرام کہے جانے والے حضرات بھی اس گندی ذہنیت سے مستثنیٰ نہیں ہیں، دوسروں کے قلوب کو مجروح کرنے میں کچھ جرم محسوس نہیں کرتے، حالانکہ تفاخر بالانساب کی ان آیات میں ممانعت منصوص ہے، ان آیات کا شان نزول حضرات مفسرین نے اس طرح لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ شریف پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم فرمایا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ بہت اچھا ہوا کہ اللہ پاک نے میرے باپ کی روح آج کا منظر دیکھنے سے

پہلے ہی قبض کر لی ہے کہ حبشی غلام بیت اللہ شریف پر چڑھ کر اذان دے رہا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ محمد ﷺ کو اس کالے کوے کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ملا تھا جس سے یہ کام کرایا جاتا اور بعض اس قسم کی باتیں کرنا چاہتے تھے مگر پھر اس خوف سے باز رہے کہ اللہ پاک ان کی ان باتوں کی خبر اپنے رسول ﷺ کو دیدیں گے، لیکن باری تعالیٰ احکم الحاکمین کو کہاں گوارا تھا کہ اس گندی ذہنیت کو اسلام میں گنجائش دیں چنانچہ اصلاح کیلئے یہ آیت نازل فرمائی اور صاف اعلان کرایا گیا کہ خاندان حسب ونسب پر فخر کرنے والو اور دوسروں کے قلوب پر طعن تشنیع کے خنجر چلانے والو خوب سمجھ لو یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، یہاں اکرمیت وافضلیت اور اشرفیت کا معیار ومدار تقویٰ وطہارت ہے، حسب ونسب نہیں ہے، خاندانوں اور ذاتوں برادریوں کی تقسیم تفاخر کیلئے نہیں ہے تعارف کیلئے ہے، اس سے زائد اور کیا ہوسکتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام رحمتِ عالم ﷺ نے آباء واجداد پر تفاخر کرنے والوں کو تو اس قدر سخت لہجے میں ڈانٹا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آباء واجداد پر فخر کرتے ہیں باز آجائیں، وہ ان پر فخر کر رہے ہیں حالانکہ وہ جہنم کا کوئلہ بن چکے ہیں، نیز فتح مکہ کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات پاکیزہ صفات کیلئے ثابت ہیں جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت وتکبر کو ختم کر دیا، اب تمام انسان اس طرح تقسیم ہیں کہ ''متقی'' جو عند اللہ کریم ومقدم ہے اور ''فاجر''

جو بد بخت اور ذلیل عند اللہ ہے، پھر مذکورہ آیات تلاوت فرمائی:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

درایں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

اس کے باوجود تعجب ہے کہ ہم میں سے یہ مرض نہیں جاتا اور ہم ایک دوسرے کو نسب کا طعن کرتے ہیں حالانکہ سید عالم ﷺ نے فرمایا چار چیزیں میری امت میں دور جاہلیت کی ہیں ان میں ایک طعن بالانساب بھی شمار کرایا ہے، امام مسلمؒ وغیرہ نے اس روایت کو اس طرح ذکر کیا ہے اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَرْبَعٌ فِی اُمَّتِی مِنْ اَمرِ الْجاهلية لايتركونهن الفخر الانساب والطعن فى الانساب والاستقاء بالنجوم النياحة (مسلم ص ۳۰۳ ج ۱)۔

نیز حجۃ الوداع میں جناب رسول کریم ﷺ نے اسلامی مساوات کا اسقدر مضبوط وصاف اعلان فرمادیا لافضل لعربی علی عجمی لا لأحمر علی اسود کلکم بنو آدم وآدم خلق من تراب کسی عربی کو عجمی پر محض علاقہ کی وجہ سے اور لال کو کالے پر محض رنگ کی وجہ سے اسلام میں شرافت نہیں ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا فرمائے گئے ہیں، جب سب آدم کی اولاد ہو کر نبی زادے ہوئے تو اس سعادت میں سب برابر ہیں۔

تقویٰ کی بات سے اعراض وانکار تکبر ہے

الحاصل ان آیات میں تقویٰ بمعنیٰ خوفِ خداوندی استعمال ہوا ہے، اسی

طرح آیات میں وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (سورۂ بقرہ) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو نفرت وغرور اس کو مزید گناہ پر ابھارتا ہے، ایسے شخص کیلئے جہنم کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

فائدہ: اوپر سے آیات میں منافق کے حالات کا بیان چل رہا ہے کہ ظاہر میں خوشامد کرتا ہے اور اپنے سچے ہونے پر اللہ کو گواہ بناتا ہے مگر جھگڑے کے وقت کمی نہیں کرتا اور لوٹ مار بھی مچاتا ہے اور منع کرنے سے اور زیادہ ضد پر اتر جاتا ہے اور گناہ میں ترقی کرنے لگتا ہے، یہ آیات کسی کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہوں مگر جو بھی ان اوصاف رذیلہ سے متصف ہو وہی اس کا مصداق ہوگا العیاذ باللہ! یہاں بھی تقوی بمعنی خوف خداوندی استعمال ہوا ہے۔

کتمان حق کر کے مال وصول کرنا تقویٰ کے خلاف ہے

نیز ربُّ السموات والارض کا ارشاد ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ (سورۂ بقرہ) اور میری آیات کے بدلے تھوڑا مول مت لو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

فائدہ: اوپر سے بنی اسرائیل پر نعمتوں کا تذکرہ چلا آ رہا ہے اور ان کو نعمتوں پر اللہ پاک کا ذکر و شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، پھر ایمان لانے اور کفر سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، اس کے بعد یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہماری آیات کے بدلے دنیا مت لو یہ دنیا کتنی بھی ہو "ثمن قلیل" ہے جس کی "آیات اللہ" کے

مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے کہ وہ اس کا بدلہ بن سکے، اس کے تحت بیان القرآن میں ہے: کہ میرے احکام کو چھوڑ کر، بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیائے حقیر و ذلیل کی وصولی مت کرو جیسا کہ ان کی عادت تھی، چنانچہ تفسیر بغوی میں ہے کہ رؤساء یہود اور ان کے علماء نے اپنے عوام سے ان کی کھیتیوں، تجارتوں اور مال میں سے ایک رقم سالانہ لینا طے کر رکھا تھا جو وہ لیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ کی صفات عالیہ مذکورہ فی التوراۃ کو صحیح صحیح ظاہر کرتے ہوئے ان کو خوف دامن گیر ہونے لگا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہماری روزی روٹی بند ہو جائے گی، اس لئے حضرت رسول کریم ﷺ کی نعت واوصاف چھپاتے تھے اور ان کو چھپا کر اپنے عوام سے مال وغیرہ وصول کیا کرتے تھے، اس کی ممانعت فرمائی گئی، یہ عمل بالکل خلاف شرع حرام وممنوع اور سخت گناہ ہے اور اس طرح کچھ لینا ''اشتراء بآیات اللہ'' ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے ورنہ سخت گرفت ہوگی۔

نسخۂ فوز وکامرانی تقویٰ ہی ہے

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورۂ نور) اور جو شخص اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اور اللہ پاک سے ڈرتا رہے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا تو ایسے لوگ ضرور کامیاب ہوں گے، یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو گذشتہ تقصیرات پر نادم ہو اور خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ برے راستہ

سے بچ کر چلے تو اس کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے (فوائد عثمانیہ، ص ۴۶۳)۔

فائدہ: تفسیر بغوی، ص ۳۵۲، ج ۲، میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے خوشی کی حالت ہو یا غم کی حالت ہو اور اپنے سابقہ گناہوں پر اللہ پاک سے ڈرتا ہو اور بعد میں نادم ہو اور تقویٰ اختیار کرے ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں، یہ سورۂ نور کی آیات ہیں یہ سورت نور ہی نور ہے اور کثیر انوار و برکات کا خزانہ ہے، دوسری سورتوں کی طرح بلکہ کچھ زائد، اس سورت کے احکام پر عمل کرنے سے داخلی و خارجی زندگی روشن و منور ہوتی چلی جاتی ہے، اللہ پاک کے عظیم نور کی تمثیل بھی اس میں واقع ہوئی ہے، اللہ پاک اس کے نور سے ہمارے قلوب اور حیات بھی منور فرما دیں آمین یا رب العالمین، بہر حال اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ اور خشیت و تقویٰ یہ سب اسباب نورانیت قلوب ہیں، اس جگہ خشیت کے ساتھ عمل صالح بھی مراد ہے۔

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جہاں تقویٰ بمعنی خشیتِ خداوندی استعمال ہوا ہے، اوپر کی آیات بطور نمونہ اور مثال لکھی گئی ہیں۔

تقویٰ بمعنی ایمان

اور کبھی تقویٰ بمعنی ایمان بھی آیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری عزّ اسمہ ہے،

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا (سورۂ فتح)۔

اور ہم نے ان پر توحید وایمان کی بات لازم کردی اور وہ اس کے زیادہ حقدار بھی تھے، مکمل مضمون اس طرح سے ہے: اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاھِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمًا ○ یعنی جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں حمیت وضد جاہلیت والی تو اتارا باری تعالیٰ نے اپنا خاص اطمینان وسکون اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور قائم رکھا ان کو تقویٰ کی بات پر اور وہ اس کے زائد حقدار بھی تھے ”کلمه التقویٰ“ کی تفسیر روایات میں کلمۂ ایمان لااله الاالله سے فرمائی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ وطہارت کی بنیاد کلمہ ہے، جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول ﷺ کو چن لیا تھا اور واقعی اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے (کذا فی فوائد عثمانیہ ص ۶۶۷)۔

فضیلت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بربنائے تقویٰ

بقول حضرت امام رازیؒ کے آیت کریمہ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (سورۂ حجرات) میں تقویٰ بمعنی ایمان ہے۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں حضرت حق تعالیٰ نے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وتوصیف فرمائی ہے کہ اللہ پاک نے ان کے قلوب کا امتحان تقویٰ

وایمان کے باب میں لے لیا ہے اور وہ اس پر مکمل اترے ہیں، جس کا صلہ ان کو مغفرت اور اجر عظیم کی شکل میں حاصل ہوگا اور خود خداوند قدوس نے یہ بشارت امتحان لینے کے بعد سنا بھی دی ہے تا کہ بعد میں آنے والے ان حضرات کے طریقہ کو اپنائیں اور ان کو اپنا اسوۂ کاملہ اور معیار کامل قرار دیکر عنداللہ مقبولیت حاصل کریں، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے تمام بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو رحمت عالم فخر موجودات رسول کریم ﷺ کے قلب مجلیٰ ومزکّیٰ کو اپنایا پھر دوبارہ اپنے بندوں پر نظر ڈالی تو آپ کے صحابہ کرام ؓ کو آپ کیلئے اختیار ومنتخب فرمایا، لہذا ان پر تنقید حرام وناجائز ہے اور ان حضرات کی محبت قربِ خداوندی کا ذریعۂ عظیمہ ہے اور بقول حجۃ الاسلام امام رازیؒ کے کبھی تقویٰ بمعنی توبہ آتا ہے۔

تقویٰ بمعنی توبہ

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پارہ۹) اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں آسمان اور زمین سے، لیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے ان کو انکے اعمال کے بدلے۔

برکتِ تقویٰ: فائدہ: ان آیات میں اللہ پاک نے ایمان وتقویٰ یعنی توبہ

واطاعت کرنے پر آسمان وزمین سے برکتیں عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے جس سے ایمان وتقویٰ کی فضیلتِ عظمیٰ ثابت ہوتی ہے اور عند اللہ ان چیزوں کا مقام عظیم معلوم ہوتا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ باری تعالیٰ عزاسمہ بلاوجہ لوگوں کو ہلاک وبرباد نہیں کرتے بلکہ ہلاکت وعذاب جب بھی آتا ہے تو لوگوں کے خود اعمال بد ہی اس کا وسیلہ وذریعہ بنتے ہیں لہذا اعمال بد سے اجتناب کرنا چاہئے اور ایمان وتقویٰ اختیار کرنا چاہئے تاکہ آسمان وزمین کی برکات حاصل ہوسکیں اور بقول امام رازیؒ کے تقویٰ کبھی بمعنی اطاعت بھی استعمال ہوتا ہے۔

تقویٰ بمعنی اطاعت

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (سورۃ نحل)۔

آ پہنچا ہے اللہ کا حکم لہذا تم جلد بازی مت کرو، وہ پاک ہیں اور بلند وبالا ہیں ان چیزوں سے جن کو لوگ ان کے ساتھ شریک کرتے ہیں، نازل فرماتے ہیں فرشتوں کو اپنے اسرار وحکم کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے کہ خبردار کردو کہ دوسرا کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے لہذا میری ہی اطاعت کرو۔

توحید اصل تقویٰ ہے

فائدہ: یہ سورۂ نحل کی ابتدائی آیات ہیں اس سورت کا نام ''نحل'' اس واسطے ہے کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھی کا تذکرہ ہے جو اللہ پاک کے عجائبات میں سے ہے کہ کس طرح پھولوں اور پھلوں میں سے شہد (جو کثیر الفوائد وشفاءِ امراض ہے) مہیا کرتی ہے اور اس مکھی کا ایک مفصل نظام ہے جو محیر العقول ہے، بہر حال اللہ پاک نے فرمایا کہ اے لوگو! قیامت وعذاب کے سلسلے میں جلدی مت کرو جیسا کہ کفار کہا کرتے تھے کہ ہم کفر وشرک کرتے ہیں اور تم ہمیں عذاب قیامت سے ڈراتے ہو تو اپنا عذاب قیامت لے آؤ، اس پر اللہ پاک نے ان کی اس احمقانہ بات کا جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے اس میں تاخیر کرتے ہیں ورنہ تم تو اس لائق ہو کہ علی الفور ہلاک کردیے جاؤ، اور وحی ورسالت کے ساتھ اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں خاص کرلیتے ہیں اور انبیاء ورسل علیہم السلام کو اپنے بندوں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجتے ہیں کہ خود بھی عبادت کریں اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیا کریں اور ان لوگوں کو وحدانیت کی تعلیم کریں یہی اصل تقویٰ ہے۔

تقویٰ بمعنی ترکِ معصیت

بقول امام المفسرین رازیؒ کبھی تقویٰ بمعنی ترک معصیت بھی آتا ہے

جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ ۲) اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ پاک کی نافرمانی مت کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فائدہ: یہاں تقویٰ بمعنی ترک معصیت واقع ہوا ہے اور اس پر فلاح کا ترتب فرمایا ہے اور اصول کی پابندی اور کاموں کو صحیح طور پر کرنے کا اشارہ ہے، چاہے وہ گھر میں داخل ہونا ہو یا دوسرے معاملات ہوں، اگرچہ عنوان خاص ہے مگر جملہ امور کو ان کے صحیح طریقہ سے کرنا مراد ہے، آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر احرام حج وغیرہ باندھ لیتے اور پھر کوئی ضرورت گھر آنے کی پیش آتی تو دروازے سے نہ جاتے بلکہ پیچھے سے چھت پر چڑھ کر اندر اترتے یا نقب لگا کر داخل ہوتے اور اس کو نیکی تصور کرتے تھے مگر یہ دستور سب عربوں کا نہیں تھا بلکہ قریش، کنانہ، خزاعہ وغیرہم اس کے مخالف تھے اور وہ دروازوں سے داخل ہوتے تھے، البتہ انصار میں یہ رواج تھا، ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے مکان میں بعد الاحرام دروازہ سے داخل ہوئے تو آپ کے پیچھے پیچھے ایک انصاری رفاعہ بن التابوت بھی اسی طرح داخل ہو گئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ تم حالتِ احرام میں دروازہ سے کیوں آئے جب کہ یہ تمہارا عمل

ورواج نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کی اتباع وتقلید میں ایسا کیا ہے اور آپ کے دین وطریقہ کو پسند کرتا ہوں تو اس موقعہ پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں (کذافی تفسیر البغوی ص ۱۶۱ ج ارزبدۃ التفسیر)۔

تقویٰ بمعنی اخلاص

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی تقویٰ بمعنیٰ اخلاص بھی آتا ہے جیسا کہ ارشاد باری عز اسمہ ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبُ (پارہ ۱۷) اور جو شخص اللہ پاک کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اخلاص اور تقویٰ کی بات ہے جو اس کے قلب میں ہے۔

فائدہ: مذکورہ آیت سورۂ حج کی آیات میں سے ہے یہاں فرمایا ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوىٰ الْقُلُوْبُ اور اس سے قدرے اوپر فرمایا ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ تو اس ''حرمات اللہ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کو بھاری سمجھ کر چھوڑ دو اور جن چیزوں کو محترم بنایا ہے ان کا ادب واحترام قائم رکھو، جیسے قربانی کا جانور، بیت اللہ شریف، صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مسجدیں، قرآن کریم بلکہ تمام احکام الٰہیہ خصوصیت سے مسجد حرام اور ہدی کے جانوروں کی تعظیم پر زور دینا مقصود ہے، اسی کی مزید تاکید واہتمام کیلئے تعظیم شعائر اللہ کا عنوان اختیار فرمایا ہے، بہرحال حرمات اللہ اور شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم اور ان کے

فضیلتِ تقویٰ

آداب کا لحاظ وہی شخص قائم رکھ سکتا ہے جس کے قلب میں تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت، خشوع وخضوع اللہ پاک کی عظمت ومحبت موجود ہو اور جس کا قلب ان صفات سے خالی ہوگا وہ شعائر اللہ اور حرمات اللہ کے ساتھ مطلوبہ معاملہ بھی نہیں کرسکتا ہے اور جو شخص ان کے حقوق ادا کریگا تو عند اللہ اس کیلئے خیر ہی خیر ہے (مستفاد از فوائد عثمانیہ، ص ۳۴۴)۔

بہر حال مقام تقویٰ نہایت شریف وعظیم الشان ہے، اسی کے ساتھ معیت خداوندی موقوف ہے اور اسی پر نصرت ربانی موعود ہے جیسا کہ ارشاد باری جل شانہ ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ بیشک اللہ پاک ساتھ ہیں متقیوں کے اور اچھے کام کرنے والے حضرات کے۔

فائدہ: اس آیت پر سورۂ نحل مکمل ہوگئی ہے، اس سورۂ عظیمہ کے آغاز میں بھی تقویٰ کا مضمون ہے اور خاتمہ بھی تقویٰ کے مضمون ہی پر فرمایا ہے، درمیان میں بھی تقویٰ کی جزئیات وتفصیلات (احکام) بیان فرمائے گئے ہیں اور یہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ متقی اور پرہیزگاروں کو غیروں کے مقابلہ گھبرانے اور تنگ دل ہونے کی ضرورت نہیں ہے ان کے ساتھ اللہ پاک کی معیت ہمہ وقت ہوتی ہے، لہذا ان کو استغناء رکھنا چاہئے اور ہر وقت رب العزت والجلال پر بھروسہ کرنا چاہئے اللھم اجعلنا من المتقین الابرار یاربنا الغفار، نیز سورۂ نحل میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَا اَنْزَلَ

رَبُّکُمْ قَالُوْا خَیْرًا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِی هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ وَّلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَایَشَاءُوْنَ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ادْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی، جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی شرک سے بچنے والوں کا وہ اچھا ٹھکانہ ہے وہ ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں یہ متقین داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان کے لئے وہاں وہ چیز ہوگی جس کو ان کا جی چاہے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو بدلہ دیں گے اور جن کی روح فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں فرشتے کہتے جاتے ہیں ''السلام علیکم'' کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمال کی وجہ سے۔

فائدہ: ان آیات مبارکہ میں متقیوں کیلئے بشارتِ عظمیٰ اور فضیلتِ کبریٰ ہے کہ دارین میں ان کیلئے راحت ہی راحت ہے، دنیا میں حسنہ یعنی حیاتِ طیبہ ہے کہ ان کا مال وجان، عزت محفوظ ہے اور وہ مدح وثناء کے مستحق ہیں دشمنوں پر ان کے لئے غلبہ وکامیابی ہے اور مجاہدات ومکاشفات اور

الطافِ ربانیہ کے ابواب ان کیلئے مفتوح و کھلے ہوئے ہیں اور وہ ہر وقت قربِ خداوندی کی نعمتِ لازوال سے مشرف ومسعود ہیں اور بوقتِ موت فرشتے مردے کو سلام کرتے ہیں السلام علیکم یا ولیَ اللہِ اللہ یقری علیك السلام ویبشرك بالجنة کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی! تم پر من جانب اللہ سلامتی ہو اللہ پاک تم کو سلام کہتے ہیں اور جنت کی بشارت سناتے ہیں اور آخرت میں ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمالِ صالحہ کی برکت سے اور فضلِ ربانی سے، بخلاف کفار کے کہ موت کے وقت ان کے ساتھ نہایت سختی کا معاملہ ہوتا ہے اور موت کے بعد جہنم میں داخل کردئے جائیں گے، جیسا کہ اوپر آیات میں مذکور ہوا ہے، لہذا ہم سب کو تقویٰ اور اخلاص کا شوق پیدا کرنا چاہئے تاکہ مذکورہ فضیلت ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔

نیز اللہ پاک نے فرمایا ہے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَايَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۂ زمر) نیز اللہ رب العزت والجلال پارہ ۲۳ رمیں فرماتے ہیں قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ آپ کہہ دیجئے میری طرف سے کہ اے ایمان لانے والے بندو ڈرو اپنے پروردگار سے، ان کے لئے جو اچھے

اعمال کریں گے اس دنیا میں بھی بھلائی ہوگی اور اللہ پاک کی زمین کشادہ ہے، بیشک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر وثواب بلا حساب پورا عطا ہوگا۔

فائدہ: یہاں ایمان والے بندوں سے حق تعالیٰ شانہ کس شفقت ومحبت کے ساتھ خطاب فرماتے ہیں وہ بھی بواسطہ محبوب ﷺ جو رب العالمین اور ایمان والے دونوں کے محبوب ہیں اور محبوب کی بات محبّ کے قلب میں جلد راسخ ہوجاتی ہے، فرمایا کہ کہہ دیجئے گا کہ ایمان والے میرے بندے اپنے رب سے ڈریں، یعنی ان کے عذاب سے ڈریں اور اس سے بچنے کیلئے معاصی چھوڑ کر اطاعت کریں تب ان کیلئے دنیا میں حسنہ یعنی صحت وعافیت ہے، جیسا کہ سدیؒ سے بغویؒ نے نقل کیا ہے صفحہ ۳ے ر پر اور آخرت میں بھی ان کیلئے حسنہ یعنی جنت ہے، جیسا کہ اس جگہ حضرت مقاتلؒ نے حسنہ کی تفسیر جنت سے کی ہے اور اسی کو صاحب جلالین نے لیا ہے للذین احسنوا الخ کا مضمون دونوں پر صادق آتا ہے اور تقویٰ وپرہیزگاری کا اگر اپنی جگہ رہتے ہوئے موقعہ نہ ہو تو اس کیلئے ہجرت کریں اللہ پاک کی زمین وسیع ہے، یعنی دوسری جگہ جہاں ماحول اچھا ہو تلاش کریں، وہ لوگ جو اپنے دین پر صبر واستقامت کے ساتھ عمل پیرا ہوں گے اور اس بارے میں آنے والی تکالیف برداشت کریں گے انشاء اللہ العزیز ان کے لئے آخرت میں اجر وثواب مکمل طور پر بلا نقص وکمی ملے گا، یہ آیات مبارکہ اگرچہ خاص بعض اصحاب رسول

ﷺ (یعنی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب جنہوں نے دنیوی مصائب کو اللہ کیلئے برداشت کیا صبر کیا اور ہجرت بھی کی) کے بارے میں نازل ہوئی مگر ہر مسلمان جو صبر و ہجرت ، استقامت علی الدین کے ساتھ متصف ہوگا اس وعدۂ خداوندی کا مستحق قرار پائے گا اور قیامت میں جب صابروں کو اجر و ثواب بلاحساب حاصل ہوگا تب یہ منظر دیکھ کر دوسرے جو صحت و عافیت سے دنیا میں رہتے تھے تمنا کریں گے کاش! ان کے بدن بھی راہِ خدا میں قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے (بغوی ص ۷۰ ،ج ۴)۔

اسی طرح متقین کی فضیلت و کرامت کا اظہار کرتے ہوئے خالق ارض و سماوات نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (پارہ ۲۹) بلاشبہ اللہ پاک سے ڈرنے والے لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میوؤں میں ہوں گے جو ان کا دل چاہے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمالِ نیک کے صلہ میں خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ سورۂ مرسلات کی آیات ہیں اس سورۃ مقدسہ کے نزول کے بارے میں معارف القرآن صفحہ ۶۷۷ ج ۸ پر ابن کثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے اچانک سورۂ مرسلات نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ اس کو پڑھتے جاتے تھے اور میں آپ ﷺ کے منہ سے اس کو سنتا اور یاد کرتا جاتا تھا، آپ ﷺ کا دہنِ مبارک اس سورۃ کی تلاوت سے رطب وشاداب ہورہا تھا، اچانک ایک سانپ نے ہم پر حملہ کیا نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا ہم اس کی طرف جھپٹے مگر وہ نکل بھاگا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ رہے وہ بھی تمہارے شر سے محفوظ ہوگیا.... وکذا فی روح المعانی، قال کنا مع النبی ﷺ فی غار فنزلت علیہ صفحہ۲۹۰ر ج۱۶ر صاوی میں ہے کہ یہ لیلۃ الجن کا واقعہ ہے یعنی جس رات نبی کریم ﷺ جنات کو تبلیغ اسلام کے لئے منیٰ تشریف لے گئے تھے اور منیٰ میں یہ غار غار المرسلات سے مشہور ہے (کذا فی تفسیر جلالین) بہرحال ان آیات میں متقین کا اعزاز اخروی دخول جنت اور وہاں کا دائمی وابدی آرام وراحت مذکور ہوا ہے جو تقویٰ یعنی شرک وکفر اور معاصی وسیئات سے اجتناب واحتیاط کرنے سے ان کو نصیب ہوگا رص ۲۸۵ر ج ۲ر لہذا ہمیں تقویٰ اختیار کرنا چاہئے تاکہ یہ اخروی فضائل حاصل ہوں جن کا اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے۔

نیز متقین کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے :اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا وَّکَاْسًا دِھَاقًا لَایَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا وَّلَا کِذّٰبًا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا خدا سے ڈرنے والوں

کے لئے بے شک کامیابی ہے یعنی باغ اور انگور اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں اور لبالب بھرے ہوئے جامِ شراب، وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ، یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے (ترجمہ از بیان القرآن)۔

فائدہ: متقی حضرات چونکہ دنیا میں اللہ پاک کے خوف سے لذائذ ومحرمات سے بچتے تھے اسلئے اللہ پاک ان کو وہاں یہ سب چیزیں اپنی طرف سے عنایت فرمائیں گے اور جنت میں وہ ہر قسم کے آرام میں ہوں گے۔

وَاَنِیْبُوا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاتَّبِعُوا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور متوجہ ورجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اطاعت کے ساتھ اور فرمانبرداری اختیار کرو اس کی اخلاص کے ساتھ قبل اس کے کہ آ پہنچے تم پر عذاب الیم اور اس وقت تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی، اس وقت کوئی کہے گا ہائے افسوس وحسرت اس بات پر کہ میں اللہ کے امر میں، طاعت میں، حق میں برائی ہی کرتا رہا ہوں اور میں تو اللہ کے دین کا مذاق ہی اڑایا کرتا تھا یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ پاک مجھے ہدایت دیتے تب متقیوں میں سے ہوتا، یا کہنے لگے جب عذاب دیکھے گا

کہ اے کاش مجھے دوبارہ دنیا میں اعمالِ صالحہ کرنے کیلئے موقع مل جاتا اور میں بھی اچھے اعمال کرنے والوں میں سے ہوتا۔

فائدہ: مگر اس وقت کی حسرت وافسوس کچھ فائدہ نہ دیگی اور اس سے کہا جائے گا کہ تیرے پاس اللہ کی آیات، رسل وانبیاءؑ، کتب ونصائح وغیرہ سب آچکے تھے مگر تو نے ان کے ساتھ تکذیب وانکار کا معاملہ کیا ہے اس وقت ان کفار کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور اللہ پاک تقویٰ وپرہیزگار انسانوں کو نجات دیں گے جیسا کہ فرماتے ہیں: وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْءُ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ اور باری تعالیٰ شانہ نجات دیں گے متقیوں کو بچاؤ کی جگہ پہنچا کر سعادت سے مالا مال کر کے جہاں ان کو بالکل پریشانی وبرائی نہ پہنچے گی اور نہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے، نیز جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِيَـآءَ اللّٰـهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ بیشک اللہ کے دوستوں پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم وافسوس میں مبتلا ہوں گے اور اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ پاک سے ڈرتے تھے، اس کے بعد اسی سورت میں متقین حضرات کے بارے میں بشارت سنائی گئی ہے کہ ان کے گروہوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور سلام ہوگا، چنانچہ ارشاد باری اس طرح ہے: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى

الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ اور چلائے جائیں گے اللہ پاک سے ڈرنے والے جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر، یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے اور کھول دیئے جائیں گے جنت کے ابواب اور کہیں گے ان کو جنت کے داروغہ تم پر سلامتی ہو اور تم پاکیزہ اور عمدہ حالت میں ہو داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے، تب وہ کہیں گے الحمدللہ تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ ہم سے سچ کر دکھایا ہے اور ہمیں وارث بنا دیا جنت کا جہاں ہم جس جگہ چاہیں رہتے ہیں سو کیا بدلہ ہے محنت کرنے والوں کا۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں حضرات متقین کیلئے جنت میں داخلہ اور سلامتی اور خلودِ دائمی کی بشارت ہے جس پر وہ جنت میں شکر ادا کریں گے اور یہ سب دیکھ کر کہیں گے کہ واقعی جو وعدے انبیاءؑ کی زبانی اور کتب منزلہ میں اللہ نے ہم سے کئے تھے وہ سب سچ کر دکھائے الحمدلله علي ذالك ۔لہذا ہمیشہ مرضیۂ دائمہ اور جنت کی نعم ولذائذ کے حصول کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور اس کیلئے مرضی مولیٰ پر ہر وقت قربان ہو جانا چاہئے، اللہ پاک ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سورہ ص ~~ رمیں متقین کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے: وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ اور یاد کیجئے حضرت اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور یہ سب بہترین حضرات میں سے تھے، یہ ایک تذکرہ ہے اور بیشک اللہ پاک سے ڈرنے والوں کیلئے شاندار انجام ہے یعنی ٹھہرنے کے باغات ہیں جن کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کیلئے منگوائیں جائیں گے ہر قسم کے میوے اور ہر قسم کا شربت اور ان کے پاس ایسی عورتیں ہوں گی جن کی نگاہیں نیچی رہتی ہوں گی اور جو سب ایک ہی عمر کی ہوں گی اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے حساب کے دن یہ ہمارا رزق ہے یہ کبھی ختم و منقطع نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ ان آیات مبارکہ میں اکابر انبیاءؑ حضرت اسماعیل، حضرت ذوالکفل، حضرت یسع کا ذکر جمیل ہے اور بلا ریب یہ اکابر متقین بلکہ متقین وصالحین کے امام وپیشوا ہیں ، دوسری جگہ یعنی سورۂ انبیاء میں ان اکابر کو صابرین میں سے فرمایا گیا ہے اور صبر وتقویٰ کا ربط باہمی معلوم وظاہر ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند اور پیغمبر

جلیل ہیں اور حضرتِ ذوالکفل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرتِ ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کا نام بشر ہے، ان کے نبی ہونے نہ ہونے میں دونوں قول ہیں، جمہور نے نبی قرار دیا ہے اور ذوالکفل کہلائے جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ مکمل دن صیام اور مکمل لیل قیام کا تکفل فرماتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ستر انبیاءؑ نے قتل سے فرار ہو کر ان کا سہارا لیا تو انہوں نے ان سب کی کفالت کی (کذا فی الجلالین)۔

تفسیر بغوی رص ۲۶۷ رج ۳ رمیں حضرت عطاءؒ سے نقل فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی پر اللہ پاک نے وحی نازل فرمائی کہ تمہاری روح قبض کرنا چاہتا ہوں لہذا اپنے ملک کو بنی اسرائیل پر پیش کر دو جو تمہاری کفالت کرے کہ رات بھر قیام کرے اللہ کی عبادت میں گذارے اور دن بھر روزہ رکھے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرے اور غصہ نہ کرے تو تم اپنا ملک اس کے حوالہ کر دو یہ سن کر ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اسنے ان سب امور کی کفالت کی اللہ پاک نے اس کو قبول فرمایا اور نبی بنادیا اور نام اس کا ذوالکفل رکھا گیا۔

جملہ اعمالِ صالحہ سے مقصود تقویٰ ہی ہے

(۱) نماز سے مقصود بھی انسان کو متقی بنانا ہی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ بیشک نماز انسان کو

بے حیائی اور برے کاموں سے روک دیتی ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ آپ تلاوت کیجئے اس کتاب کی جس کی وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور نماز قائم کیجئے بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برے کاموں سے اور اللہ پاک کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ پاک جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

فائدہ:۔اس آیت کریمہ میں تلاوت کتاب کا حکم فرمانے کے بعد نماز قائم کرنے کا امر صریح فرمایا گیا ہے اور نماز کا فائدہ بتایا گیا ہے کہ وہ انسان کو برے کاموں اور بے حیائی سے روکتی ہے،علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہوسکتا ہے، ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت وتاثیر رکھی ہے کہ نمازی کو گناہوں سے روک دے، جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہوجائے ،یعنی دوائیں مقدار میں خاص مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے، بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو،پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں

اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور برقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت اس پر مواظبت کی جائے اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے، دوسرے معنیٰ یہ ہوسکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضیٰ ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و خشوع، حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہِ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو، گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلّی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او! بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ! اور بزبانِ حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ! اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (سورۂ نحل)۔

پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی نہ رکنا ان کا محلِ تعجب نہیں، ہاں یہ واضح رہے کہ ہر

نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو، کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اُٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں، سب سے بڑی چیز اس خدا کی یاد ہے، نمازی ارکانِ صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قرأتِ قرآن یا دعا وتسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو مستحضر اور زبان ودل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں معاون ومؤثر ثابت ہوگی ورنہ جو نماز قلب لاہی اور لاپرواہی سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی جس کی نسبت حدیث میں فرمایا گیا ہے: لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلاً اسی نماز کی نسبت لَمْ یَزْدَدْ بِھَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْداً کی وعید آئی ہے۔

روزہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۂ بقرہ) اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

فائدہ:۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعی طور پر حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت اور شہوت میں بھی ضعف آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے، بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس

سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں انکا کرنا سہل ہو جائے اور تم متقی بن جاؤ۔

جاننا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا تو لعلکم تتقون میں ان پر تعریض ہے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود و نصاریٰ کے اس میں خلل نہ ڈالو۔

حج، زکوٰۃ اور اعتکاف سے مقصود بھی تقویٰ ہے

حج سے مقصود بھی اجتماعی طور پر تقویٰ و صلاح، تحمل و برداشت سکھانا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ حج کے چند مہینے ہیں معلوم، پھر جس نے لازم کر لیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورتوں سے اور نہ گناہ کرنا اور جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں اور جو تم نیکی کرو گے اللہ پاک اس کو جانتے ہیں اور زادِ راہ لے لیا کرو بیشک بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو! مجھ ہی سے ڈرتے رہو، معلوم ہوا کہ مقصود سفرِ حج سے انسان کو تقویٰ و صبر کی تعلیم دینا ہے اور حقیقی زاد تقویٰ ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ دنیوی زاد بھی ضروری ہے تاکہ دستِ سوال نہ پھیلانا پڑے جو حج کے خلاف ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ سے مقصود بھی تقویٰ ہے کہ اس کے ذریعہ بخل جیسی برائیاں نکل کر تعاون فقراء اور انفاق فی سبیل اللہ کی عادت پیدا ہو جائے، جیسا کہ تفصیلاً گذرا ہے کہ زکوٰۃ بھی تقویٰ کی جزئیات اور فرعیات میں سے ہے۔

اعتکاف

اعتکاف سے مقصود بھی تقویٰ ہی ہے مگر بصورت خلوت مع اللہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ اور پورا کرو روزوں کو رات تک اور نہ ملو عورتوں سے اعتکاف کی حالت میں یہ اللہ پاک کی حدیں ہیں ان کے قریب مت جاؤ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ پاک اپنی آیات لوگوں کے واسطے تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

فائدہ:۔ صوم تقویٰ میں کمال پیدا کرتا ہے اور اعتکاف سے اس میں مزید چار چاند لگ جاتے ہیں اور یکسوئی دخلوت میں ذکر اللہ اور تلاوت غور و تفکر سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے مؤمن متقی کمال کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، قربانی سے مقصود بھی تقویٰ و اخلاص ہے۔

تقویٰ کے بارے میں اکابر کے اقوال

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ نام ہے ترك الاصرار علی المعصیة وعدم الاغترار بالطاعة یعنی معصیت پر اصرار نہ کرے اور طاعت کر کے مغرور نہ ہو جائے کیونکہ غرور سے سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

(۲) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: التقویٰ ان لاتختار علی الله سوی الله وتعلم ان الامور کلها بیدالله تعالیٰ تقویٰ کہتے ہیں اس بات کو کہ تم اللہ پاک کی محبت کے سامنے کسی چیز کو اختیار نہ کرو اور اس بات کا یقین کرلو کہ تمام معاملات صرف اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں یعنی کامل توحید اختیار کرو۔

(۳) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا: التقویٰ ان لا یجد الخلق فی لسانك عیباً ولا یجد الملائكة فی افعالك عیباً ولا ملك العرش فی سرك عیباً یعنی تقویٰ اس کا نام ہے کہ مخلوق تمہاری زبان وکلام میں کوئی عیب شرعی نہ پائے اور نہ فرشتے تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی خلاف شرع چیز پائیں اور نہ عرش کا سلطان و مالک تمہارے باطن میں کوئی بات خلاف حق پائے یعنی ظاہراً و باطناً جملہ عقائد و اعمال و افکار میں صالح ہی صالح ہو۔

(۴) واقدیؒ نے فرمایا ہے: التقویٰ ان تزین سرك للحق كما زینت ظاهرك للخلق یعنی تقویٰ نام ہے کہ باطن کو حق جل شانہ کیلئے مزین بالعقائد الصحیحه والاعمال الصالحه کرلو معرفت ومحبت حاصل

کرلو جیسا کہ تم نے ظاہر کو اپنے لباس زینت سے مزین کیا ہے۔

(۵) کہا گیا ہے: **التقویٰ ان لایراك مولاك حیث نهاك** یعنی جہاں سے رب نے منع فرمایا ہے وہاں بندہ کھڑا ہوا نظر نہ آئے گناہوں سے اجتناب کرلے۔

(۶) کہا گیا ہے کہ متقی وہ ہے جو مصطفیٰ کے راستے پر چلے اور دنیا کو پس پشت ڈال دے اور نفس کو اخلاص اور وفا شعاری کا مکلف بنائے اور حرام و جفا سے اجتناب کرے، **المتقي من سلك سبيل المصطفیٰ و نبذ الدنيا وراء القفاء و كلف نفسه الاخلاص والوفاء واجتنب الحرام والجفاء** (رازی ص۲۰ ج۲) یعنی اتباعِ سنت، ترکِ دنیا، اخلاص و وفاداری، حرام و ظلم سے اجتناب کا نام اتقاء ہے۔

(۷) **قال ابن عباس** رضی اللہ عنہ: **المتقي من يتقي الشرك والكبائر والفواحش**، متقی وہ ہے جو شرک اور کبائر و فواحش سے بچے۔

(۸) شہر بن حوشبؒ نے فرمایا ہے: **المتقي الذی يترك مالا باس به حذراً مما به بأس** ۔

(۹) **قال عمر بن عبدالعزيزؒ: التقویٰ ترك ماحرم الله تعالیٰ واداء ماافترض الله تعالیٰ** محرمات سے بچنا اور فرائض و مامورات کو ادا کرنا تقویٰ ہے۔

(۱۰) کہا گیا ہے: **التقویٰ هو اقتداء رسول الله** ﷺ نبی کریم

ﷺ کی اتباع وتقلید تقویٰ ہے۔

(۱۱) حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ابتداء تقویٰ حسن نیت ہے اور انتہا توفیق یزدانی ہے اور درمیان میں بہت سی گھاٹیاں ہیں نفس وشیطان کی طرف سے جن کو متقی عبور کرتا ہے۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: التقوی ان لاتری نفسك خیراً من احد ، اپنے آپ کو کسی سے افضل وبہتر نہ سمجھے یعنی انتہائی درجہ متواضع رہے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ مراتب تقویٰ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تقویٰ کے تین مدارج ہیں پہلا درجہ تقویٰ عن الکفر والشرك ، کفروشرک سے اجتناب کرنا، دوسرا درجہ تقویٰ عن المعاصی والمحرمات، محرمات اور گناہ کی چیزوں سے احتیاط کرنا، تیسرا درجہ مشتبہات اور مشکوکات سے اجتناب کرنا ہے یعنی کبائر سے بھی بچے اور صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرے، اگر ارتکاب ہوجائے تو توبہ واستغفار کرے فوراً تدارک کرے بعض صالحین نے فرمایا متقی حضرات کی چند علامات ہیں جن کے ذریعہ وہ پہچانے جاتے ہیں بلاؤں پر صبر کرنا، تقدیر وقضاء پر راضی رہنا، نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کریم کے احکام کے تابع ومسخر ہوجانا۔

(۱۳) بعض عارفین نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو حق کو خلق پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے۔

یرید المرء ان یعطی مناه ویابی الله الا ما لا اراد

یقول المرء فائدتی ومالی وتقوی الله خیراً ما استفادا

(۱۴) بعض کاملین کا ارشاد ہے کہ تقویٰ کی انتہائی منزل یہ ہے کہ قلب جملہ ماسوی اللہ سے بالکل خالی ہو جائے اور سوائے حق کے اور کوئی باقی نہ رہ جائے۔

خل الذنوب صغیرها وکبیرها ذاك التقوی واصنع کماش

فوق ارض الشوك یحذر مایری لاتحقرنّ صغیرة ان الجبال من الحصی

(۱۵) اور بعض اکابر نے فرمایا: التبری عن الحول والقوة (۱۶) وقیل التنزه عن کل مایشغل السر عن الحق تعالیٰ (روح المعانی ص۱۰۸/ج۱)

(۱۷) وقیل المتقی من یجتنب الکبائر ولایصبر علی الصغائر ویواظب علی الطاعات (۱۸) قال البسطامیؒ المتقی من اذا قال قال لله و اذا عمل عمل لله (۱۹) وقال ابو سلیمان الدارانی المتقون الذین ینزع الله عن قلوبهم حب الشهوات (۲۰) وقیل المتقی الذی اتقی الشرك بریٔ من النفاق فی القول والعمل (۲۱) قال الشیخ ابو السعود ان التقویٰ هو التبرع عن کل مافیه شبهة ہر شبہ والی چیز سے اجتناب کرنا تقویٰ ہے (۲۲) عن محمد بن حنیف انه مجانبة کل ما یبعدك عن الله تعالیٰ ہر وہ چیز جو تجھ کو اللہ پاک سے دور کرے اس سے اجتناب کرنا تقویٰ ہے (۲۳) عن میمون بن مهران لایکون الرجل تقیاً حتی یکون اشد محاسبة لنفسه من

الشریك الشحیح والسلطان الجائر (۲۴)عن بعض المشائخ الاجتناب عن ماسوی الله والتقبیل الیه بالکلیه (۲۵)التقوی الاحتیاط عن فعل الخیرات والطاعات وترك المنکرات (۲۶)التقویٰ الاحتیاط عما یضر الانسان فی الآخرة (۲۷) حضرت عثمانؓ کا ارشاد ہے کہ متقی کی علامت یہ ہے کہ سب لوگوں کو نجات پانے والا اور اپنے آپ کو ہلاک ہونے والا سمجھے،سبحان اللہ !فنائیتِ ہستی کی کیسی عمدہ تعلیم دی ہے (اقوال سلف رص۵۷)(۲۸) حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ تم لوگ عمل سے زیادہ عمل کی مقبولیت کی فکر کرو اور مقبولیت تقویٰ کے ساتھ ہے (۲۹) حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے کہ سب سے بڑی سمجھ داری تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی حماقت فسق وفجور ہے اور بدترین خیانت جھوٹ ہے (اقوال سلف)۔

تقوے پر انعاماتِ ربانیہ

اللہ پاک نے متقین کے لئے سعادت دنیویہ اور کرامت اخرویہ کے تعلق سے ۱۲؍انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۱) تقویٰ کو اللہ پاک نے بڑے کاموں میں سے شمار فرماتے ہوئے تعریف کی :قال الله تعالیٰ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ کہ اگر صبر کرو اور تقوی سے کام لو تو یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے۔

(۲) تقویٰ کی وجہ سے منجانب اللہ حفاظت ہوتی ہے قَالَ اللّٰہ تعالیٰ وَاِنْ

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَایَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئاً کہ اگر تم صبر کرو اور تقوی سے کام لو تو کفار و فجار کے مکروفریب اور غلط تدبیریں تم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

(۳) تقویٰ سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْن بیشک اللہ پاک ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں (مدد و تائید کے ساتھ) جو ان سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔

(۴) تقویٰ کی برکت سے رزق کی دشواریاں دور ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ پاک اس کیلئے پریشانیوں سے نکلنے کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو اس طرح رزق عطا فرماتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

(۵) تقویٰ کی برکت سے انسان کے سب کام درست ہو جاتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ کہ اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرو اور سچی بات کہو، اللہ پاک تمہارے سارے کام صحیح اور درست کر دیں گے۔

(۶) تقویٰ کی برکت سے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ کہ اللہ پاک تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

(۷) تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک کی محبت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ

فرماتے ہیں ان اللہ یحب المتقین کہ اللہ پاک متقی حضرات سے محبت کرتے ہیں۔

(۸) تقویٰ کی برکت سے اعمال کی قبولیت ہوتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ بیشک اللہ پاک متقی حضرات کے اعمال قبول فرماتے ہیں۔

(۹) متقی حضرات کا اکرام و اعزاز ہوتا ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ بیشک تم میں سب سے زیادہ قابل اکرام اللہ پاک کے یہاں وہ ہوگا جو تم میں زیادہ متقی ہوگا۔

(۱۰) موت کے وقت بشارت حاصل ہوتی ہے اللہ پاک فرماتے ہیں الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وہ لوگ جو ایمان اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے ان کو دنیا میں بھی بشارت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بشارت حاصل ہوگی۔

(۱۱) نجات تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے اللہ پاک فرماتے ہیں ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا پھر ہم ان کو نجات دیں گے جو اللہ پاک سے ڈرتے تھے۔

(۱۲) جنت میں دائمی نعمتیں متقیوں ہی کو حاصل ہوں گی إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا بیشک متقی حضرات کے لئے کامیابی ہے اور باغات ہوں گے اور انگور ہوں گے۔

دنیا کے سب سے بڑے متقی رسول اللہ ﷺ ہیں

عن انس رضی اللہ عنہ قال جاء ثلثة رهط الى ازواج النبی ﷺ يسئلون عن عبادة النبی فلما اخبر وا لها كانهم تقالو ها فقالوا اين نحن عن النبی وقد

غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر فقال احدھم اما انا فاصلی اللیل ابداً وقال الاخر انا اصوم النھار ابدا ولا افطر وقال الآخر انا اعتزل النساء ولا اتزوج ابداً فجاء النبی ﷺ فقال انتم قلتم کذا وکذا اما واللہ انی لاخشاکم واتقاکم لکی اصوم وافطر اصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی متفق علیہ (مشکوۃ شریف ۲۷/ج۱)۔

حضرت انس ؓ سے منقول ہے کہ تین اشخاص نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آپ ﷺ کی عبادت معلوم کرنے آئے جب ان کو آپ کی عبادت معلوم ہوئی تو انہوں نے اس کو کم سمجھا اور پھر یہ کہا کہ ہم کہاں اور نبی کریم ﷺ کہاں آپ تو مغفور ہیں اس لئے کم عبادت بھی کافی ہے ہمیں بہت زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے، ان میں سے ایک نے کہا اب میں مسلسل روزے رکھوں گا اور دوسرے نے کہا کہ اب میں عورتوں سے الگ رہونگا شادی نہ کروں گا، ایک نے کہا کہ مسلسل راتوں کو نمازیں پڑھوں گا نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ان کے پاس آئے اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس طرح کہا ہے اور ارادہ کیا، میں تم سب میں اللہ پاک سے سب سے زائد ڈرنے والا ہوں اور تقویٰ والا ہوں پھر میں سب اعمال کرتا ہوں روزہ کے وقت روزہ رکھتا ہوں اور افطار کے وقت افطار اور ترک بھی کر دیتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں

سے شادی بھی کرتا ہوں، لہذا جو میری سنتوں سے اعراض کرے گا وہ ہم سے تعلق رکھنے والا شمار نہ ہوگا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ تقویٰ اصل اتباع سنت کا نام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام انسانوں میں سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار انسان سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تقویٰ واقعات کی روشنی میں

اس امت مرحومہ میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بڑا متقی وہ شخص ہے جس کی تعریف تقویٰ کے بارے میں خود اللہ پاک نے فرمائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى اور عنقریب دور رکھا جائے گا اس آگ سے وہ شخص جو سب سے بڑا متقی ہے اور جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرے، اس جگہ باتفاق مفسرین (اتقی) سے حضرت ابوبکر صدیقؓ مراد ہیں (اشقی) سے امیہ بن خلف مراد ہے جو ایک طرف کافر و مشرک تھا تو دوسری طرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت ایذائیں پہنچاتا تھا جو اس کے غلام تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے پنجے سے آزاد کرایا اس طرح سے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک غلام تھا اسود اللون و اسود القلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم یہ غلام لے لو یہ تمہارے مذہب پر ہے اور بلال رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو وہ اس پر تیار ہو گیا۔

یہ بھی تقویٰ کا جزء ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی جائے اور مصائب سے آزاد کرادیا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرایا اور اسی طرح آپ نے دوسرے سات اشخاص کو خرید کر آزاد فرمایا اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مال خطیر خرچ فرمایا ہے جس کی اللہ پاک نے مذکورہ آیت میں تعریف فرمائی ہے (کذا فی فتح القدیر ص ۴۳۳ ج ۴)۔

اقوال سلف ص ۵۲ ج ۱ میں مذکور ہے کہ آپ جب بھی مشتبہ کھانا تناول فرمالیتے تو اس کی تحقیق کے بعد قے کردیتے اور اللہ پاک سے دعا کرتے کہ اے اللہ اس کھانے کا جو اثر میری رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا ہے اس پر میرا مواخذہ نہ فرمانا۔۔۔ نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خبردار کوئی کسی شخص کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ پاک کے نزدیک بڑا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا اور تونگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں (اقوال سلف ص ۵۳ ج ۱)۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تقویٰ کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ آپ نے ایک دن اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ پی لیا تھا جب تحقیق کی اور وہ مالِ مشتبہ میں سے ظاہر ہوا تو آپ نے انگلی منہ میں ڈال کر اس کو قے کر کے نکال دیا، احیاء العلوم وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور بیت المال میں آپ کی احتیاط کا یہ حال تھا

کہ آپ کے حصہ میں جو چیز آئی ہوئی تھی اور وہ ابھی آپ کے پاس باقی رہی ہوئی تھی اس کو بیت المال میں واپس کرادیا، یہ مروی ہے عائشہؓ سے اور حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ وغیرہما سے کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور عبادات میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں رات کے اول حصہ میں پڑھ لیتا ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ آخر شب میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کے لئے فرمایا کہ انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا احتیاط کی بناء پر اور عمر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ انہوں نے یہ اختیار کیا قوت کی بناء پر، اس کو ابوداؤدؒ اور مالکؒ نے روایت کیا اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا تھی اللھم ارنی الحق الخ اے اللہ مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور مجھے اس کے اتباع کی توفیق بخشد یجئے اور مجھے باطل کا باطل ہونا دکھا دیجئے اور اس سے بچنے کی توفیق بخشد یجئے اور حق کو مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہش نفسانی کا اتباع کرنے لگوں، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اور زبان کو روکے رکھنا اس درجہ تھا کہ ابوبکرؓ اپنے منہ میں سنگریزہ رکھ لیا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے نفس کو کلام سے روکیں، احیاء العلوم میں ایسا ہی ہے، اور حضرت عمرؓ پہنچے حضرت ابوبکرؓ کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ

رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے رک جاؤ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اسی نے تو مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا، اس کو مالکؒ نے روایت کیا ہے، احیاء العلوم میں اس موقع پر ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے کسی بزرگ کو حضرت ابو بکرؓ خواب میں دکھائے گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی زبان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ وہ ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا تو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو اس نے جنت میں داخل کر دیا (ماخوذ از ازالۃ الخفاء، ص ۸۱/ ج ۳)۔

پہلا خطبہ خطبۃ التقویٰ

صاحب سیرۃ المصطفیٰ فرماتے ہیں یہ وہ خطبہ ہے جس کا ہر لفظ دریائے فصاحت وبلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے اور جس کا ہر حرف امراض نفسانی کیلئے شفا اور مردہ دلوں کیلئے آب حیات ہے اور جس کا ہر کلمہ ارباب ذوق کیلئے رحیق مختوم سے کہیں زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔

الحمد لله احمده واستعينه واستغفره واستهديه واؤمن به ولا اكفره واعادي من يكفره واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له وان محمداً عبده ورسوله ارسله بالهدى والنور والموعظة على فترة عن الرسل وقلة من العلم وقرب من الاجل من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضل ضلا لاً بعيداً اوصيكم بتقوى

فضیلتِ تقویٰ

الـلـه فـانه خير ما اوصى به المسلم المسلم ان يخصه على الاخرة وان
يـامـره بتـقـوى الـلـه فـاحذروا ماحذركم الله من نفـسـه ولا الافضل من
ذلك نصيحة ولا افضل من ذلك ذكرى وان تقوى الله لمن عمل به
عـلـى وجـل ومخافة من ربه عون صدق على ما تبتغون من امر الا خرة
ومـن يـصـلـح الـذى بينـه وبين الله من امره فى السر والعلانية لاينوى
بـذلك الاوجـه الـلـه يـكـن لـه ذكرا فى عاجل امرى وذخرا فيما بعد
الموت حين يفتقر المرأ الى ماقدم وماكان كان من سوى ذلك تود لو
ان بيـنهـا وبينه امداً بعيداً يحذركم الله نفسـه والله رؤف بالعباد والذى
صـدق قـولـه انجز وعده لاخلف لذلك فانه يقول مايبدل القول لدى
ومـا انـا بـظلّا م للعبيد فاتقوالله فى عاجل امركم واجله فانه من يتق الله
فى السر والعلانية فانه من يتق الله يكفر عنه سيأته ويعظم له اجراً ومن يتق
الـله فقد فاز فوزاً عظيماً وا ن تقوى الله ويؤتى عقوبته ويوتى بحظكم ولا
تـفـرطـوا فى جنب الله قد علمكم الله كتابه ونهج لكم سبيله ليعلم الذين
صـدقـوا ولـيـعلم الكذ بين فاحسنوا كما احسن الله اليكم وعادوا اعدائه
واجتبـا كـم وسـمـا كم المسلمين ليهلك من هلك عن بينة ويحيٰ من
حـى عـن بينة ولا قوة الا بالله فاكثروا ذكرالله واعملوا لما بعد اليوم فانه
مـن يـصـلـح مـابيـنه وبين الله يكفه الله مابينه وبين الناس ذلك بان الله

يقضي على الناس ولا يقضون عليه ويملك من الناس ولا يملكون منه الله اكبر ولا قوة الا بالله العظيم (كذافي البداية والنهاية)۔

الحمد للہ اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت ومغفرت اور ہدایت کا طلب گار ہوں اور اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا بلکہ اسکے کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں جس کو اللہ نے ہدایت اور نور حکمت اور موعظت دیکر ایسے وقت میں بھیجا جب کہ انبیاء ورسل کا سلسلہ منقطع ہوچکا تھا اور زمین پر علم برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور قیامت کا قرب تھا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے ہدایت پائی اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ پرہیزگاری کا اس کو حکم کرے بس بچو اس چیز سے کہ اللہ نے جس سے تم کو ڈرایا ہے، تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت و موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور خوف خداوندی آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر وباطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کرلے جس سے مقصود محض رضاء خداوندی ہو اور کوئی دنیوی غرض

فضیلتِ تقویٰ

ومصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اس کیلئے باعث عزت وشہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا غایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ حائل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عظمت وجلال سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں، اللہ اپنے قول میں سچا اور وعدہ وفا کرنے والا ہے،ان کے قول اور وعدہ میں خلف نہیں مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید پس دنیا اور آخرت میں ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرو تحقیق جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطاء فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرے تحقیق کہ وہ شخص بلاشبہ بڑا کامیاب ہوا اور تحقیق کہ اللہ کا تقویٰ ایسی شئی ہے کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا اور رضاء خداوندی اور رفع درجات کا وسیلہ وذریعہ ہوگا اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو لے لو اور اس میں کمی نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کیلئے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لئے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہوجائے پس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا

اسی طرح تم حسن وخوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو، اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا لقب ہی مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا، بس اس نام کی لاج رکھو، منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں، پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کیلئے عمل کرو جو شخص اپنا معاملہ خدا کے ساتھ درست کرلے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفالت کرلے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے، اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں لہذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کرو لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ پاک سب کی کفایت کرے گا،

اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت امام اعظمؒ کا خشیت وتقویٰ

(۱) کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ ایک صاحب سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک اس نے امام صاحب سے کہا کہ اتق اللہ خدا سے ڈر اس لفظ کا اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ امام صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا سر جھکا لیا اور یہ کہنے لگے کہ

بھائی خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ جب کسی کو علم پر ناز ہونے لگے اس وقت وہ اس کا مستحق ومحتاج ہو جاتا ہے کہ اس کو خدا یاد دلائے۔

(۲) ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک صاحب نے کہا کہ آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر تھا، آپ نے فرمایا اس مکان والے پر میرا قرض ہے لہذا اس کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس کے گھر کا سایہ ہی کیوں نہ ہو سود ہے اور سود ناجائز وحرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے **کل قرض جر نفعاً فھو رباً الخ۔**

(۳) روح الایمان فی مناقب النعمان ص ۱۱۸ پر منقول ہے کہ ایک بکری کوفہ میں گم ہوگئی تھی آپ نے لوگوں سے معلوم فرمایا کہ بکری کتنی مدت زندہ رہتی ہے؟ کسی نے کہا سات برس تو آپ نے سات برس کسی بکری کا گوشت نہیں کھایا اس گمان سے کہ شاید وہ مفقودہ بکری کا گوشت ہو اور اس کے کھانے سے قلب میں ظلمت وقساوت پیدا ہو جائے اس لئے کہ غذائے حرام کی یہی شان ہے۔

(۴) حسن بن صالحؒ کہتے ہیں کہ امام صاحب تقویٰ اور ورع میں کمال رکھتے تھے محرمات ومشتبہات سے نہایت مجتنب اور پرہیز گار تھے اور نہایت خوف رکھنے والے تھے، یہاں تک کہ بوجہ شبہ کے بہت سی حلال چیزوں

کو بھی چھوڑ دیا تھا اور موت تک آپ کو تقویٰ کا اہتمام رہا ہے، یہ تھا آپ کے ورع و تقویٰ کا کمال اور حدیث پر عمل۔

(۵) منقول ہے کہ امام محمدؒ طالب علمی کے زمانے میں بہت شکیل وجمیل تھے، امام صاحبؒ نے بجز ایک دفعہ کے ان کو کبھی نہیں دیکھا کیونکہ اس وقت ان کے ڈاڑھی نہیں نکلی تھی کیونکہ امرد صبیح الوجہ کو دیکھنا منع ہے اس لئے امام صاحبؒ نے ان کو ستون مسجد کی آڑ میں بیٹھنے کیلئے فرمایا اور اسی طرح ان کو تعلیم دیتے رہے (کذا فی روح الایمان ص ۱۱۹)۔

امام بخاریؒ کے تقویٰ کے واقعات

حضرت امام بخاری قدس سرہ کے والد ماجد بہت بڑے مالدار غنی و متمول آدمی تھے اور دولت کی کثیر مقدار چھوڑ کر فوت ہوئے تھے، امام بخاریؒ کو اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے کافی دولت ملی تھی مگر وہ تمام دولت آپ نے فی سبیل اللہ طلب علم میں خرچ کی حتی کہ بعض اوقات امام بخاریؒ کو فاقہ کی وجہ سے گھاس کھانے کی نوبت آگئی تھی (فضل الباری ص ۶۵ ج ۱)۔

سوال سے احتراز اور نصرتِ الٰہی

علامہ شمس الدین الذہبیؒ سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۸ ج ۱۲ میں بحوالہ محمد بن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

اس درمیان کہ میں اپنے استاذ وشیخ حضرت آدم بن ابی ایاسؒ کے پاس علم میں مشغول تھا، میرے پاس خرچے ختم ہوگئے اور مجھے گھاس کھا کر گزارہ کرنا پڑا مگر میں نے اپنی حالت کا کسی سے اظہار نہیں کیا، جب تین روز ایسی حالت میں گزر گئے تو رات میں ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا اس نے مجھے دینار کی ایک تھیلی دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس کو اپنے اوپر خرچ کرلیا کرو۔

حسین بن محمد سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری قدس سرہ کے اندر تین بڑی ممتاز صفات ہیں ان عمدہ دیگر صفات کے ساتھ جو وہ اپنے اندر رکھتے تھے۔

(۱) قلیل الکلام تھے (۲) لوگوں کے مال و دولت پر ان کی نظرِ طمع بالکل نہ تھی وہ مستغنی آدمی تھے (۳) وہ لوگوں کی طرح مختلف معاملات میں اپنا وقت خراب نہ کرتے تھے، ان کی تمام مشغولیات علم کے سلسلہ میں ہوتی تھیں، **کل شغله كان في العلم** (سیر اعلام النبلاء، ص ۴۴۸، ج ۱۲)۔

بغیر تنخواہ کے خدمتِ حدیث

سلیم بن مجاہدؒ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ خالص اللہ پاک کی رضاء جوئی کے لئے لوگوں کو علمِ حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس تعلیم پر وہ لوگوں سے کچھ لیا بھی نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے امام بخاریؒ جیسا فقیہ اور محدث اور بزرگ تقویٰ و پرہیزگاری میں کامل انسان نہیں دیکھا اور آپ بڑے عابد وزاہد ولی انسان تھے (سیر اعلام النبلاء، ص ۴۴۹، ج ۱۲)۔

حضرت الامام قدس سرہ العزیز کا مزید تقویٰ، حسنِ نیت، صدقِ عزیمت اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار امام کی خدمت میں کچھ ہدایا پیش کئے گئے، ایک تاجر نے حاضر ہو کر ان ہدایا کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور پانچ ہزار درہم نفع کے لگائے، امام نے فرمایا کل آؤ اس وقت سوچ کر جواب دوں گا، وہ تاجر چلا گیا امام نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اس معاملہ کو قبول کر لوں گا، اس کے بعد ایک دوسرا تاجر آیا اور اس نے دس ہزار درہم نفع کے لگائے، ظاہر ہے کہ فتویٰ کے اعتبار سے امام پر کوئی پابندی نہیں تھی کیونکہ آنے والے تاجر سے کوئی معاملہ صراحۃً طے نہیں ہوا تھا، امام نے صرف یہ فرمایا تھا کہ کل آنا تب جواب دونگا، مگر دل میں اس کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے ارادہ ہو گیا تھا اس وجہ سے آپ نے دوسرے تاجر سے معذرت فرما دی حالانکہ آپ کو نفع میں پانچ ہزار درہم زیادہ مل رہے تھے، یہ آپ کا کمال تقویٰ ہے اور فرمایا **لا احب ان انقض نیتی** (تاریخ دمشق رص ۲۸ رج ۴۲)۔

اور یہ صرف اس وجہ سے کہ اعمال کا ایک وجود مخفی طور پر عند اللہ نیت سے ہو جاتا ہے، اگرچہ اس پر فقہی احکام مرتب نہیں ہوتے ہیں، اس دقیق تحقیق کی بناء پر امام بخاریؒ نے اپنے آپ کو اللہ پاک کے سامنے کاذب ہونے سے بچا لیا، سبحان اللہ! حضرت امام قدس سرہ کی نظر کس قدر دقیقہ رس تھی اگرچہ یہ چیز لوگوں سے مخفی ہے (فضل الباری رص ۶۶ رج ۱)۔

حضرت علامہ ذہبیؒ نے بھی اس قصہ کو لکھا ہے (سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۷ رج ۱۲)۔

قرض خواہ کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک صاحب کے ذمہ ۲۵ ہزار روپے بطور قرض تھے مگر وہ بہت تنگ کرتا تھا اور ادھر ادھر بھاگتا رہتا تھا، دوسرے حضرات نے امام صاحب سے بارہا کہا کہ ہم اس کو پکڑلیں اور اس کے لئے فلاں فلاں اس دور کے حکام وسلاطین سے بات کریں گے اور ہم نے حضرت کو بتائے بغیر جب اس کے بارے میں حکام وسلاطین سے بات کی اور سختی کرانی چاہی تو حضرت نے منع فرمادیا اور اس کو بہت سہولت دیدی کہ تم ہر سال صرف دس درہم دیدیا کرو، اللہ اکبر! امام بخاریؒ کا تقویٰ کتنا تھا اور اخلاق کس قدر وسیع تھے ۲۵ ہزار درہم میں سے کتنے حضرت کو وصول ہوئے ہونگے اللہ ہی جانتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۶ ج ۱۲)۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ ایک صاحب کے مکان میں بطور کرایہ دار رہتے تھے اور کافی زمانہ رہے مگر فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اس کی دیوار اور زمین میں سے کچھ لے کر استنجے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا اس بات کا خیال رکھا کہ مکان دوسرے کا ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۷ ج ۱۲)۔

بیع میں تقویٰ

حضرت امامؒ کو باندی کی ضرورت تھی، آپ ایک صاحب کو ساتھ لیکر باندیاں دیکھنے گئے، وہاں خوبصورت سے خوبصورت باندیاں تھیں مگر ایک

باندی جو صورت وشکل میں زیادہ اچھی نہ تھی آپ نے اس کو دیکھا اور دیکھتے ہوئے آپ کا ہاتھ اس کی ذقن پر لگ گیا، آپ نے ساتھی سے فرمایا کہ اسی کو خریدلو، ساتھی نے کہا کہ دوسری اور باندیاں خوبصورت اور کم قیمت کی بھی موجود ہیں مگر حضرت امامؒ نے اسی کو خریدا اور فرمایا اب یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی جب اس کو مس کرلیا گیا تو اب اسی کو خریدنا ہے، چنانچہ اسی باندی کو خریدا گیا حالانکہ آپ کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑی (سیر اعلام النبلاء ص ۲۴۷ ج ۱۲)۔

فہرست

مراجع وماخذ

تفسیر ابن کثیر	تفسیر بغوی
تفسیر بیان القرآن	مسلم شریف
تفسیر روح البیان	مشکوۃ شریف
روح الایمان فی مناقب النعمان	البدایہ والنہایہ
تفسیر ابوالسعود	تفسیر خازن
تفسیر کبیر	ترمذی شریف
فوائد عثمانیہ	اقوال سلف
فتح القدیر	معارف القرآن
سیرۃ المصطفیٰ	صفوۃ التفسیر